لاہ ہنیرا جہل بُرے دا، چانن لا عقل دا

میاں محمد بخشؒ - ایک تعارف

پروفیسر سعید احمد

www.sufiwisdom.org

ADNAN BOOKS, STATIONERS
& COMPUTER ACCESSORIES
Shop # 25 Dubai Plaza, 6th Road Chowk, Rawalpindi, Pakistan
Ph # 051-4417813 E Mail: saeedfaranipk@yahoo.com
Mobile Ph. # 0300-5234006

ایس کتاب دے حقوق کسے دے وِی ناں نہیں۔

قولواللناس حسنا۔ لوگوں سے اچھی باتیں کرو۔ فرمانِ الٰہی

حضرت میاں محمد بخشؒ بارے کرنل محمد الیاس ہوراں دِی نظم

عشق نگر دا راجہ Prince of Loveland

دَرد منداں دا دَردی اَیڈا شاعر ہور نہ ہویا
دُکھیاں نُوں گل لایا اَوہنے ٹُک ٹُک اتھرو رویا
مُرشد دے در عاجز بن کے اپنا سیس نوایا
پِیرا شاہ قلندر تائیں سِر دا صاحب بنایا
دَر مُرشد دے جھاڑو دِتا رِیش بنائی بوکر
وِچ باادباں شامل ہویا بن جُتیاں دا نوکر
سَت فعلن دا تانا بُن کے سیف الملوک بنائی
رنگ برنگے مصرعے جوڑے محفل خُوب سجائی
کوہ کافاں دی سیر کرائی پڑھنے والے تائیں
جِنّاں بارے دَسیا کیویں ہوندے چھائیں مائیں
وِچ تصور خوب لیاندا روپ جمال پری دا
مُنصف بن نتارا کیتا اوہنے بات کھری دا
ہر مَسلک دے مَنن والے اَدب کریندے اوہدا
وِچ دُکان عشق دی اوہنے رکھیا سُچا سودا
گل عشق دی جد وِی چھوہی رمزاں نال سجائی

اوہناں وانگ نہ دَسّی ہوراں عاشق دی وڈیائی
رُوپ سروپ دِی قَدر کریندا عشق نگر دا راجہ
ہر عاشق دا رَہبر ہوندا آپے خضر خواجہ
کاہڈاں اُتے کا ہڈاں کڈھیاں، دِتیاں خوب مثالاں
ہنیرے اندر چانن جیویں کردیاں یار مشالاں
سیف الملوک کِتابے اَندر گُجھیاں رَمزاں پُنیاں
گلاں پند نصیحت بھریاں تھاؤں تھاؤں چُنیاں
سوچ فِکر دے پَینڈے کر کے موتی یار پروئے
کھُوہ نیناں دے گیڑ محمد، داغ دِلے دے دھوئے
کیڈی سوہنی وَدھ سـچـجـی صِفت الٰہی کردا
اوہدا نام چتارن والا ہر میدان نہ ہردا
نعت لِکھن دا ملکہ حاصل پاوے داد جمہوروں
سبھے نُور اوسے دے نُوروں، اُس دا نُور حضوروں
شعر اوہناں دے پڑھنے والے پڑھدے نال اداواں
سازاں نال آواز مِلا کے تولن ساواں ساواں
سُچا شعر مِیاں جی لِکھنا تُساں اُتے بس اے
نال ادا آواز سُریلے دیندا وکھری چَس اے
میں اِلیاسؔ نہ ویکھی کِدھرے ایسی قلم روانی
شعر پڑھو تے نال شتابی ہووے یاد زبانی

س: پنجابی کے عظیم صوفی شاعر میاں محمد بخشؒ کا سالِ پیدائش کونسا ہے؟

ج: آپؒ کی پیدائش کا سال 1246 ھجری (1830 عیسوی) بتایا جاتا ہے۔ اس پر بہت سے محقق متفق ہیں۔ ویسے آپؒ نے خود اپنی پیدائش کے بارے میں اپنے ایک شعر میں اس کی وضاحت کچھ یوں کی ہے۔

عمر مصنف دِی تدھ آہی، تِرن داہے تِرن یکّے
بھین وَڈی فرماندی ایہو، پتے ربّے نوں پکّے

(جب میاں صاحبؒ نے کتاب سفر العشق یعنی مثنوی سیف الملوک مکمل کی تو اُس وقت آپ کی عمر تِرن داہے جمع تِرن یکے یعنی ۳۳ (تینتیس) ہجری سال تھی۔(ہجری سال کا دورانیہ عیسوی سال سے گیارہ بارہ دن کم ہوتا ہے۔) دوسرے مصرعے میں آپؒ نے فرمایا ہے کہ بڑی بہن تو یہ ہی کہتی ہے جبکہ سچ کیا ہے وہ اُس خالقِ کائنات کے عِلم میں ہے۔ آپؒ نے اپنی تاریخ پیدائش کو ربّ پر چھوڑ کر بات کو ختم کیا ہے۔اب ایسے میں بال کی کھال اُتارنے کا کوئی مقصد دکھائی نہیں دیتا۔اصل بات جس پر زیادہ زور ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ آپؒ کے کلام کو عام کیا جائے اور آپ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے۔آپ کی کتاب سفر العشق میں جو اعلٰی نمونہء اخلاق و کردار شہزادہ سیف الملوک اور اُس کے دوست صاعد، شہزادے کی اُمیدوں اور آسوں کا مرکز پری بدیع الجمال اور پری کی سہیلیوں ملکہ خاتوں اور بدرہ خاتوں کا پیش کیا گیا ہے اُس پر عمل کر کے ہدایت کی راہ پکڑی جائے اور اپنے لئے اور دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں تا کہ ہم اچھے اعمال کے ساتھ زندگی گذار سکیں اور اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی

سرخرو ہوں۔

اس بات کو سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ حقوق العباد کو ادا کیے بغیر عبادات کا عمل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہوس، بُغض، کینہ، تکبر، حسد، نفرت، ہوس، لالچ سے بھرا ہوا دِل، چاہے عورت کا ہو یا مرد کا، جب نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے تو وہ اُس خالقِ کائنات کا کُھل کر مذاق اُڑا رہا ہوتا ہے۔ کاش کہ ہم آج کے نام کے مسلمان سمجھ سکیں کہ اللہ کے دربار میں حاضری سے پہلے اپنے مَن میں بھری ان دنیاوی غلاظتوں کو دِل سے اچھی طرح کھرچنا پڑتا ہے۔ وہی دِل نورِالٰہی سے منور ہوتا ہے جو بالکل پاک صاف ہو۔

س: میاں محمد بخشؒ کی پیدائش کس جگہ ہوئی؟

ج: آپ کی پیدائش رقبہ چک ٹھاکرہ، موضع دربار معلٰی پیرا شاہ غازی (ضِلع میرپور) میں ہوئی۔ رقبہ چک ٹھاکرہ انگریزوں کے قبضہ سے پہلے پنجاب کا حصہ تھا لیکن انگریزوں نے علاقہ کے جغرافیہ کو اپنی منصوبہ بندی کے تحت بدل دیا اور اس علاقہ کھڑی کو کشمیر میں شامل کر دیا گیا۔ ویسے صوفیائے کرام کو اس طرح کی دنیاوی حدبندیوں اور پابندیوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اللہ کی زمین اور اللہ کی مخلوق کو تقسیم در تقسیم کرنا قبضہ گروپوں کا شیوہ ہوتا ہے۔

س: آپؒ کے آباؤاجداد کہاں سے یہاں منتقل ہوئے؟

ج: آپؒ کے آباؤاجداد موضع چک بہرام ضِلع گجرات پنجاب سے یہاں منتقل ہوئے۔

س: وہ کونسا شعر ہے جس میں میاں محمد بخشؒ نے اپنا تھاں ٹکانہ یعنی اڈریس سمجھایا ہے؟

ج: اپنے پتہ کی نشاندہی اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

جہلم گھاٹوں پربت پاسے، میرپورے تھیں دَکھن

کھڑی مُلک وِچ لوڑن جہڑے طلب بندے دِی رکھن

میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ دریائے جہلم پتن گھٹالیاں یعنی پنڈی ملاحاں سے پہاڑ کی جانب، میرپور سے جنوب کی جانب علاقہ کھڑی میں جس کسی کو میری تلاش ہو مجھے مِل سکتے ہیں۔ میرپور شہر سے کھڑی شریف تقریباً چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

س: میاں محمد بخشؒ کے والد کا نام کیا تھا؟

ج: آپؒ کے والد کا نام میاں شمس الدینؒ تھا۔

س: میاں محمد بخشؒ کے دادا جی کا نام کیا تھا؟

ج: آپ کے دادا جی کا نام میاں جیون ولیؒ تھا.

س: میاں محمد بخشؒ کے پڑدادا جی کا نام کیا تھا؟

ج: آپؒ کے پڑدادا جی کا نام میاں دین محمدؒ تھا۔

س: آپؒ کُل کتنے بھائی تھے؟

ج: آپؒ تین بھائی تھے۔ بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ، پھر آپؒ خود اور آپؒ کے چھوٹے بھائی میاں علی بخشؒ۔ میاں علی بخشؒ کا انتقال پہلے ہوگیا، پھر بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ اللہ کو پیارے ہوئے اور آخر میں آپؒ نے 7 ذوالحجہ 1324ھ یعنی سنِ عیسوی کے مطابق 22 جنوری 1907 میں پردہ فرمایا۔ آپؒ ایک سچے ولیءکامل تھے۔

س: آپؒ نے دینی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

ج: آپؒ اپنے بھائی میاں بہاول بخشؒ کے ہمراہ قریبی قصبہ سموال شریف میں حافظ محمد علیؒ کی درسگاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے رہے۔ جہاں درویش صفت اُستاد حافظ ناصر الدینؒ بھی پڑھایا کرتے تھے جنھوں نے آپ دونوں بھائیوں پر خاص توجہ فرمائی اور آپؒ کے دِلوں کو دینی علوم سے منور کیا۔ اس مدرسہ میں میاں محمد بخشؒ اور آپؒ کے بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ نے فقہ، منطق، حدیث اور قرآن کی تفسیر کے علاوہ عربی و فارسی زبانوں کے ادب کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ فارسی زبان کی دو معروف کتابیں جن میں مولانا رومیؒ کی مثنوی اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی زلیخا جیسی کتب کا مطالعہ خاص طور پر شامل تھا۔ اُس زمانے میں مادری زبان پنجابی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان اور عربی سیکھنے کا رواج تھا۔ بالخصوص فارسی ادب کا مطالعہ ہر پڑھے لکھے پنجابی کی پہچان ہوتی تھی۔ جبکہ ایک عالم فاضل شخص کے لئے پنجابی فارسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان کا جاننا بھی بے حد ضروری تھا۔

(آج بدقسمتی سے پنجابیوں کے پاس نہ پنجابی زبان رہی اور نہ ہی فارسی زبان۔ انگریزوں نے اپنے دُوررس سیاسی ومعاشی عزائم کے تکمیل کے لئے پنجاب میں پاکباز صوفیائے کرام کی زبان پنجابی کی جگہ بدیسی لشکری زبان "اُردو" کو اور فارسی کی جگہ انگریزی کو عام کرنے کی چال چلی اور وہ بظاہر کامیاب ٹھہرا۔ اُسی شاطر انگریز کی پالیسیوں کو ہماری مرکز، پنجاب وکشمیر کی حکومتوں نے بڑے زور وشور سے جاری وساری رکھا اور ان دو عظیم زبانوں کا بالآخر اپنے ہاں سے خاتمہ کر دیا۔ حقیقت میں ان دو زبانوں کا اس دھرتی پر حق تھا اور دھرتی والوں کا ان دو زبانوں پر۔)

س: میاں محمد بخشؒ نے اپنا کلام زیادہ تر کس زبان میں لِکھا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ نے تقریباً اٹھارہ کتابیں لکھی ہیں۔ آپؒ کی تمام کتابیں پنجابی زبان میں ہیں سوائے ایک کتاب کے جس کا نام تذکرہء مقیمیہ ہے جو کہ فارسی زبان میں ہے۔ اپنے عارفانہ کلام میں آپؒ نے جو زبان استعمال کی وہ ایک مثالی زبان ہے۔ آپؒ نے اپنی شاعری میں

پنجابی زبان کے ہر رنگ اور لہجے کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا عارفانہ کلام سرزمینِ سِندھ کے شہر گھوٹکی شکار پور سے لے کر خیبر پختون خواہ کے قدیم شہر پشاور تک جہاں جہاں پنجابی یا اس کے لہجے بولنے میں آتے ہیں شوق سے پڑھا اور سُنا جاتا ہے۔ آپؒ کی سب سے زیادہ شہرت یافتہ کتاب سیف الملوک کی یہ خوبی ہے کہ پنجابی کے ہر لہجے بولنے والے کو یہ زبان اپنی سی محسوس ہوتی ہے۔ اس سوال کے جواب میں آپؒ کے سینکڑوں اشعار حوالہ کے لئے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ چند ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے:

گھر گھر ناچ کراں گا عمدے غزلاں بول سناساں
لیلاں دے گھر توڑی چلساں کھٹی تُدھ کراساں
مولٰی پاک کرے میں یاری، توڑ چڑھے ایہ قِصّہ
اگوں پھیر نبیڑ دئے گا جِت وَل ہوسی حصّہ

پہلے مصرعے کے پہلے حصہ میں ماجھی پنجابی کا "کراں گا" جبکہ اسی مصرعہ کے دوسرے حِصہ میں لہندی پنجابی کا "سناساں" بیان کیا گیا ہے۔ اسی شعر کے دوسرے مصرعہ کی اور دوسرے شعر کے مِصرعہ ثانی کی ترکیب بھی کچھ اُسی طرح کی ہے جیسا کہ پہلے مصرعہ کی۔

ایک عام روایت ہے کہ باباجی فرید شکر گنجؒ کو کسی نے قینچی تحفہ میں پیش کی۔ آپؒ نے فرمایا مجھے قینچی نہیں سُوئی اور دھاگہ کی ضرورت ہے۔ ہم کاٹنے والے نہیں جوڑنے والے ہیں۔ ایک دوسرے کو مِلانے والے ہیں۔ میاں صاحبؒ نے بھی باباجی فرید شکر گنجؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ماجھی، پوٹھواری، ہندکو، مُلتانی، بہاولپوری اور پہاڑی و گوجری کے الفاظ و تراکیب کو نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ اپنے کلام میں سمویا ہے۔ دِل کو لگنے والی بات تو یہ ہے کہ

لہجوں کا جس عمدگی کے ساتھ آپؒ نے ملاپ کیا ہے اس کی مثال آپؒ سے پہلے کم ہی مِلتی ہے۔ اگر کبھی پنجاب سرکار کو خدا ترسی آئی یا دانش کی معمولی سی بھی کرن عطا ہوئی تو اُمید کی جانی چاہیے کہ وہ پنجابی زبان کو سکولوں میں ابتدائی تعلیم کے لئے رائج کرتے ہوئے حضرت میاں محمد بخشؒ کے اسلوبِ تحریر کو ضرور مدنظر رکھے گی۔

س: آپؒ کا تصوف کے کس سِلسلہ سے تعلق تھا؟

ج: میاں محمد بخشؒ کا تعلق سِلسلہءِ قادریہ سے تھا۔ سِلسلہءِ قادریہ کا آغاز حضرت عبدالقادر جیلانیؒ (گیلانی) سے ہوا۔ اور یہ سِلسلہ باقی کے تمام سلاسلِ تصوف میں سب سے افضل اور اعلیٰ خیال کیا جاتا ہے۔

س: میاں محمد بخشؒ کا جسدِ خاکی کس جگہ دفن ہے؟

ج: آپؒ کا جسدِ خاکی کھڑی شریف میں ہی آپؒ کے روحانی مُرشد حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ دمڑی والی سرکار کے مزار کے جنوب میں چند قدموں کے فاصلے پر دفن ہے۔ آپؒ نے چونکہ اپنی زندگی کا اکثر حصہ دربار کھڑی شریف کی چوکھٹ کے پاس گذارا اس لئے یہ آپؒ کی دِلی آرزو تھی کہ آپؒ کو اسی دربار کے احاطے میں دفن کیا جائے۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لئے آپؒ نے اپنی حیاتی میں ہی ایک قبر یہاں کھدوا رکھی تھی۔

س: آپؒ نے کھڑی شریف کے علاوہ ایک اور جگہ بھی اپنی قبر کھدوا رکھی تھی؟ وہ جگہ کہاں ہے؟

ج: میاں صاحبؒ پیدل مسافت طے کرتے ہوئے گرمیوں میں پنجن پہاڑ کی چوٹی پر جایا کرتے تھے۔ وہاں بھی آپؒ نے اپنی قبر کھدوا رکھی تھی۔ جس کو بعد میں مٹی سے بھر دیا گیا۔ اس قبر میں آپؒ کی گودڑی، دانت مبارک اور عاصا مدفون ہے۔

س: آپؒ کی مشہورِ زمانہ کتاب سیف الملوک کا اصل نام کیا ہے؟

ج: کتاب سیف الملوک کا اصل نام "سفرالعشق" Journey of Divine Love ہے۔ میاں صاحبؒ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ناز نیاز سفر عاشق دا، ایس قصّے وِچ آیا
سفرالعشق محمد بخشا! نام دلیلوں پایا

اس قصہ میں عاشق کے سفر اور ناز و نیاز کی باتیں ہیں۔ اس عاشق پاندھی شہزادے کے عشق کے سفر کی بنا پر(او میاں محمد بخشؒ!) میں نے دلیل کے ساتھ اس کتاب کا نام سفرالعشق رکھا۔

قصہ سیف الملوک اصل میں عرب دنیا کے داستانی ادب کی معروف داستان الف لیلہ ولیلہ یا ایک ہزار ایک راتیں میں سے لیا گیا ہے۔ داستانوں کے مجموعہ الف لیلہ ولیلہ کا شمار دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس داستان در داستان کی تخلیق کے پیچھے ایک ساسانی بادشاہ شہریار کا قصہ ہے جو اپنی ملکہ کی بے وفائی کا انتقام اپنی سلطنت کی تمام کنواری لڑکیوں سے لینے لگا۔ آخر کار اسی کے ایک وزیر کی بیٹی شہرزاد نے بادشاہ کو راہِ راست پر لانے کا تہیہ کیا۔ اس نے بادشاہ کو داستانی سرائی کے سلسلہ میں ایسا اُلجھایا کہ وہ ہر رات کہانی در کہانی کے نشے میں ڈوبتا چلا گیا اور اس طرح ایک ہزار ایک راتیں وہ کسی اور دوسری لڑکی کو اپنی خاہشات کی بھینٹ نہ چڑھا سکا۔ وزیرزادی شہرزاد نے اپنی دانش وحکمتِ عملی سے شہریار کے نفسیاتی مرض کا جہاں علاج کیا وہیں وہ دنیائے ادب کو ایک بہت ہی نادر کتاب تحفہ میں دے گئی۔ عربی کی اس کتاب کا پہلا ترجمہ فرانسیسی دانشور اور محقق انتوئن گالاں نے 1704 میں کیا اور پھر فرانسیسی سے دیگر

زبانوں میں یہ قصہ منتقل ہوتا چلا گیا۔ غالباً 1706 میں جو انگریزی میں پہلا ترجمہ الف لیلہ ولیلہ کا شائع ہوا وہ اسی فرنچ ترجمے کیا گیا۔

کتاب الف لیلہ ولیلہ میں داستانِ سیف الملوک وبدیع الجمال سات سو اٹھاون ویں رات میں شروع ہوکر سات سو اٹھہتر ویں رات میں ختم ہوتی ہے۔

(بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی مُلتان کی ویب سائٹ (http://bzupages.com) پر الف لیلہ ولیلہ داستان کا اُردو میں مکمل ترجمہ موجود ہے)

میاں صاحب نے یہ قصہ فارسی زبان میں پڑھا اور پھر اسے پنجابی میں منتقل کیا۔ اس قصے میں ایک سیف الملوک نامی ایک مصری شہزادہ ہے جو ایک سچا عاشق ہے۔ بدیع الجمال کے عشق میں وہ سفر کرتا ہے۔ اس قصہ کو پنجابی میں کئی شعراء نے لِکھا لیکن جو شہرت اور عظمت حضرت میاں محمد بخشؒ کی پنجابی زبان میں لِکھی گئی اس کتاب کے حصہ میں آئی وہ کِسی دوسرے شاعر کی اس موضوع پر لِکھی گئی کتاب کو نصیب نہ ہوئی۔ دیگر شعراء کی اس موضوع پر لِکھی گئی کتابوں میں اشعار کی تعداد دوہزار سے لے کے تین ہزار تک ہے جبکہ میاں صاحبؒ کی اس کتاب میں اشعار کی کُل تعداد 9249 ہے۔ اصل قصہ تقریباً دوسے تین ہزار اشعار پر ہی مشتمل ہے لیکن جو بات میاں محمد بخشؒ کو دیگر تمام شعراء کی نسبت ایک بہت ہی منفرد اور ممتاز مقام پر لا کھڑا کرتی ہے وہ آپؒ کا اس قصہ کو معرفت وحکمت کے موتیوں سے مالا مال کرنا ہے۔ قصے کی چاشنی اپنی جگہ لیکن اس کتاب کو پڑھ کر تخلیقِ آدم کے مقاصد سے بھرپور آگاہی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ راست زندگی گذارنے کے گُر ہاتھ آتے ہیں۔

س: آپؒ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "سیف الملوک" اپنے کِس بھائی کی فرمائش پر لِکھی؟

ج: میاں محمد بخشؒ نے یہ کتاب اپنے بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ کی فرمائش پر لِکھی۔

س: سیف الملوک میں میاں صاحبؒ نے اپنے بڑے بھائی کی مدح میں جو باب لِکھا، وہ کِتنے اشعار پر مشتمل ہے؟

ج: میاں صاحب نے اپنے بڑے بھائی کی تعریف میں سیف الملوک کے ابتدائی حصہ میں 36 اشعار پر مشتمل ایک پورا باب رَقم کیا جس میں اپنے بھائی کی طرف سے قصہ سیف الملوک وبدیع الجمال کو پنجابی زبان میں منظوم شکل میں بیان کیا۔

س: وہ کونسا شعر تھا جس میں آپؒ نے میاں بہاول بخشؒ کے اپنے نام خط کا ذِکر کیا؟

ج: سیف الملوک میں یہ شعر نمبر 247 ہے۔ آپؒ لِکھتے ہیں:

سیف الملوکے دِی گل اوہناں کِسے کتابوں ڈِٹھی
اس قصّے دِی طلب پیو نیں میں وَل کردے چِٹھی

(میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ نے قِصہ سیف الملوک کا ذکر کِسی کتاب میں پڑھا۔ پھر اس کو تفصیلاً پڑھنے کی خواہش دِل میں پالی اور میری طرف خط لِکھا۔)

س: کتاب سیف الملوک میں کُل کِتنے اشعار ہیں؟

ج: محمد شریف صابر کی تحقیق کے مطابق کتاب مثنوی سیف الملوک میں کُل اشعار کی تعداد 9249 ہے۔ جبکہ گُلستانِ غازی قلندرؒ میں مشہود الفاروق نے صفحہ 215 پر اشعار کی کُل تعداد 9248 لِکھی ہے۔ جونسخہ آزاد کشمیر کے محکمہ اوقاف نے شائع کروایا ہے اُس میں بھی اشعار

کی کُل تعداد 9248 ہے

بہت سے دیگر نظرِ ثانی کرنے والوں طرح شیخ محمد شریف صابر نے جس اضافی شعر کو اپنی سودھی ہوئی کتاب میں درج کیا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

سپّاں اندر مانک موتی، مُدّت قید کراندا
قیدوں کڈھ نوازے اوہناں، بُہتا مُل دھراندا 1607

س: کتاب سیف الملوک کا پہلا شعر کونسا ہے؟

ج: سیف الملوک کا پہلا شعر دعائیہ ہے۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سُکا کر ہریا
بُوٹا آس اُمید میری دا کر دے میوے بھریا

س: کتاب مثنوی سیف الملوک میں حمد کا پہلا شعر کونسا ہے؟

ج: **اوّل حمد ثناء اِلٰہی جو مالک ہر ہر دا**
اس دا نام چتارن والا ہر میدان نہ ہردا

س: حمد کے بعد میاں صاحب نے کس عنوان پر طبع آزمائی فرمائی ہے؟

ج: پنجابی کے دیگر شعرائے کرام کی طرح میاں صاحبؒ نے بھی حمد کے بعد حسبِ روایت نعت شریف لِکھی ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے اور نعت شریف کا ایک ایک لفظ آپؒ کے سرکارِ دوعالم ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

اتنی خوبصورت اور مبارک ترین نعت کا پہلا شعر ملاحظہ فرمائیں:

واہ کریم اُمت دا والی مہر شفاعت کردا
جبرائیل جہے جس چاکر نبیاں دا سرکردا

(اس نہایت ہی خوبصورت شعر میں حضرت میاں محمد بخشؒ نے نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی ہے کہ آپؐ اُمت کے والی ہیں اور مہر شفاعت یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرنے والے ہیں۔ آپؐ کا مرتبہ اُتنا بلند ہے کہ جبرائیل جیسا عظیم المرتبت فرشتہ آپؐ کا خادم ہے اور آپؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔)

اسی نعت شریف کا ایک اور نہایت ہی خوبصورت شعر ملاحظہ فرمائیں:

جے لکھ واری عِطر گلابوں دھویئے نِت زباناں
نام اُنہاں دے لائق ناہیں، کے قلمے دا کاناں

(اگر لاکھ بار بھی ہم اپنی زبانوں کو عطر گلاب سے دھوئیں تب بھی وہ اس لائق نہیں کہ آپ ﷺ کا نام مبارک لے سکیں، کہہ سکیں۔ اس پر کانے یا سرکنڈے کی بنی ہوئی قلم کی کیا حیثیت اور مقام ہے۔کہ آپ ﷺ کا نام مبارک لِکھ سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نامِ مبارک کے لئے زبان کی طہارت اور قلب وروح کی طہارت بے حد ضروری ہے۔رزقِ حلال بے حد ضروری ہے۔

س: میاں محمد بخشؒ نے آپ ﷺ کے حضور جو نعت شریف پیش کی ہے اس کے کُل کتنے اشعار ہیں؟

ج: نعت شریف کے کُل اُنیس اشعار ہیں۔ نعت شریف کے بعد معراج شریف کا بیان ہے۔معراج شریف کو میاں صاحبؒ نے اڑتالیس شعروں میں بیان فرمایا ہے۔

س: معراج شریف کے بعد میاں محمد بخشؒ نے کس عظیم الشان ہستی کی مدح میں شعر کہے ہیں؟

ج: اپنی عظیم تصنیف مثنوی سیف الملوک میں میاں صاحبؒ نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں تینتالیس اشعار لکھے۔

س: حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح بیان کرنے کے بعد میاں صاحبؒ نے کِس عظیم اللہ کے وَلی کی شان بیان کی ہے؟

ج: میاں صاحب نے شاہِ شاہاں حضرت میراں محمد مقیمؒ کی مدح میں دس اشعار لکھے

س: میراں شاہ مقیمؒ کے بعد آپؒ نے کس ولیء کامل کی مدح بیان فرمائی ہے؟ اور کتنے اشعار لکھے۔؟

ج: حضرت شاہ مقیمؒ کی مدح کے بعد آپؒ نے اپنے ہادی و مُرشد حضرت پیرا شاہ غازیؒ کی مدح میں اٹھائیس اشعار لکھے۔ ایک شعر میں آپؒ اپنے اس عظیم روحانی پیشوا کی تعریف اِن الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

بادشاہاں دا پیر کہاوے پیراں شاہ کر جاتا
پیرا شاہ قلندر غازیؒ، نِت سوا لکھ داتا

س: کتاب سیف الملوک میں میاں صاحبؒ نے یوسفؑ ثانی کا استعارہ کِس کے

لئے استعمال کیا ہے؟

ج: یوسفِ ثانی کا استعارہ شہزادہ سیف الملوک کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ جس طرح حسنِ یوسفؑ کا چرچا چار سُو تھا اسی طرح شہزادہ سیف الملوک کے حُسن کا شہرہ بھی ہر طرف تھا۔

س: بادشاہ سلطان محمود غزنوی نے قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کی بات کس کتاب میں سے سُنی؟

ج بادشاہ سلطان محمود غزنوی کے دربار میں مجمع الحکایات نامی کتاب پڑھی جا رہی تھی جس میں باغِ ارم اور شارستان سنہری کا ذکر تھا۔ شارستان جیسا دیس روئے زمین پر کوئی اور نہیں تھا۔ اس پریوں کے دیس میں آدم زاد کا داخلہ تقریباً ناممکن تھا۔ اس ملک کے بادشاہ شاہپال کی ایک بیٹی تھی جس کا نام بدیع الجمال تھا۔ اس کے حسن لازوال کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس کے حسن و جمال پر مصر کا شہزادہ مر مِٹا۔ اور اپنا تاج و تخت چھوڑ کر اس پری کی تلاش میں نِکل کھڑا ہوا۔ کئی سالوں کے مصائب اور مشکلات کے بعد بالآخر وہ پری کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پری کو بیاہ کر اپنے اصل دیس مصر آ کر راج کرنے لگا۔

س: اس مختصر کہانی کا خلاصہ سُن کر محمود غزنوی نے کیا حکم صادر کیا؟

ج: سلطان محمود غزنوی نے حکم دیا کہ اس قصہ کو مکمل شکل میں ڈھونڈ کر لایا جائے اور اسے دربار میں سنایا جائے۔ اُس کا کہا مانتے ہوئے سب وزراء، سفراء، امراء اور افسران اس قصہ کی تلاش میں نِکل کھڑے ہوئے۔

س: ان میں کس کو کامیابی نصیب ہوئی؟

ج: سلطان محمود غزنوی کے عالی مرتبت وزیر حسن میمندی نے ایک سال کی مہلت مانگی اور اس قصہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اس نے ہمت نہ ہاری۔ کئی ملک گھومنے کے بعد بالآخر وہ ایک بزرگ درویش کی کرامت کی بدولت دمشق جا پہنچا جہاں پہنچ کر اسے شاہی دربار میں رسائی کرنا تھی۔

س: حسن میمندی نے اپنی مطلب براری کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا؟

ج: وہ اپنی انتھک محنت اور کوشش کے بعد دربارِ شاہی تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ دِن وہ آدابِ شاہی بجا لا کر بادشاہ کی مجلس میں جا بیٹھتا۔ اور اگر کوئی بات کرتا تو نہایت ہی سُوجھ بُوجھ والی۔ بادشاہ وزراء اور اُمراء اس کی صحبت میں خوش ہونے لگے۔ خوش گفتاری اور شیریں کلامی انسان کو عروج دیتی ہے۔ جب وہ بادشاہ کے قریب ہو گیا تو اُس نے اپنا اصل مقصد بیان کیا۔

س: بادشاہ نے حسن میمندی کو کیا جواب دِیا؟

ج: بادشاہِ دمشق نے حسن میمندی کو بتایا کہ بے شک قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن ہمیں کسی دوسرے کو بتانے کی اجازت نہیں۔ یہ کہانی زبدۃ الجواب نامی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کو ہم عام لوگوں میں نہیں پڑھتے، رمضان المبارک کے مہینہ میں ہم دو چار آدمی مِل بیٹھتے ہیں اور اس قصہ کو ترنم سے پڑھتے ہیں۔ جب رمضان کا مہینہ آیا تو حسن نے قصہ کو لکھوانے کے لئے کاتبوں کی خدمات حاصل کیں۔ اور اُن کو پردے کے پیچھے بٹھایا۔ جو چوری چھپے قصہ لکھتے جاتے۔ قصہ لے کر وہ وطن پہنچا اور بادشاہ محمود غزنوی کے حضور پیش کیا۔ وہ حسن میمندی کے اس کام سے بے حد خوش ہوا اور اُس کو انعام وکرام سے نوازا۔ اور اُسے اپنے خاص وزیروں میں شامل کیا۔

س: عاصم شاہ نے جب اپنے بیٹے شہزادہ سیف الملوک کو رُخصت کیا تو کِس کو حکمرانی کرنے

کیلئے کہا؟

ج: سیف الملوک جیسے باادب و باصلاحیت بیٹے کی جدائی کا غم باپ کے لئے برداشت کرنا بہت مُشکل تھا۔ اُس نے اپنا تاج وتخت اپنی بیگم کے حوالے کیا۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

بیگم نُوں سَد کہندا میری غم نے ہوش بھلائی
بےغم ہو کے کر سُلطانی بادشاہے دِی جائی

عاصم شاہ اپنی بیگم کو بُلا کر کہنے لگا کہ بیٹے کی جدائی کے غم نے میرے ہوش وحواس گُم کر دیے ہیں میری جگہ یہ تخت تُم سنبھالو اور بےفِکر ہو کر حکمرانی کرو

س: عاصم شاہ نے بیگم کو سلطنت کا نظام سونپتے ہوئے کیا نصیحت کی؟

ج عاصم شاہ کی نصیحت کو میاں محمد بخشؒ نے ان اشعار میں یوں بیان فرمایاہے:

آپوں ظلم نہ کرنا کوئی فزع اکبر تھِیں ڈرنا
جِس دِن آپ عدالت بہسی تِل تِل لیکھا بھرنا
عدل انصاف اجیہا کرنا جگ وِچ رہے کہانی
مظلوماں محتاجاں تائیں داد مراد پچانی

(عاصم شاہ نے اپنی ملکہ کو نصیحت کی کہ تُم کِسی پر ظلم نہ کرنا، اور اللہ کے خوف سے ڈرتے رہنا، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ جس دِن وہ (اللہ تعالی) آپ عدالت لگائے گا تو ہر یعنی ایک ایک عمل کا حساب کتاب ہوگا۔ کِسی سے کسی طرح کی کوئی رعایت نہ برتی جائے گی۔

تُم اپنی رعایا کے ساتھ عدل انصاف ایسا کرنا کہ دُنیا میں تمہاری کہانی رہے۔ لوگ

تمہاری حکمرانی کی مثالیں دیں۔مظلوم و محتاج مخلوقِ خدا کو دادمراد پہنچاتے رہنا۔)

س: میاں صاحبؒ نے بیٹے کے لئے ماں باپ کی دعا کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

پر جے ماپے راضی ہوکے کرن دُعائیں دِل تھیں
فرزندے توں ٹلن بلائیں بچ نِکلے مشکل تھیں

(اگر ماں باپ بیٹے سے راضی ہوں اور دِل سے دُعا کریں تو یقیناً بیٹے پر سے تمام بلائیں ٹل جاتی ہیں۔اور وہ ہر مُشکل سے بچ کے نکل سکتا ہے۔)

(بیٹا اگر نافرمان اور دُکھ دینے والا ہو تو ماں کا کچھ کہا نہیں جا سکتا البتہ باپ اُس سے منہ موڑ لیتا ہے۔باپ کی ناراضگی بیٹے کو اُس وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ خود باپ بنتا ہے اور اُس کا بیٹا بھی نافرمان نکلتا ہے۔اور اس وقت پچھتاوے کا کیا فائدہ؟)

س: شہزادہ سیف الملوک کِس منزل کی جانب سرگرداں تھا؟

ج: شہزادہ باغِ اِرم کی تلاش میں تھا جہاں پری بدیع الجمال کا ٹھکانہ تھا۔

س: چین کے فغفور بادشاہ نے شہزادے کی رہنمائی کے لئے اپنے دربار میں کِن لوگوں کو بُلا بھیجا؟

ج: چین کے فغفور بادشاہ نے شہزادے سیف الملوک کی مدد کے لئے اپنے مُلک کے سوداگروں، فقیروں، سپاہیوں اور سیاحوں کو بُلا بھیجا۔

میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

جو سیلانی لوک سوداگر، ہور فقیر سپاہی
حاضر آن ہوئے سبھ اوتھے، حُکم جتھے سی شاہی

س: شہزادے کی رہنمائی کے لئے آئے ہوئے لوگوں میں ایک بوڑھے شخص کی عُمر کتنی تھی؟

ج: ایک سو چالیس برس

س: اس بوڑھے نے شہزادے کو کہاں جانے کے لئے کہا؟

ج: اس بوڑھے نے شہزادہ سیف الملوک کو تُرکی کے شہر استنبول جانے کے لئے کہا جہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے، دیس دیس کے لوگ آ کر بسے ہوئے تھے۔ اس شہر کی مشہوری نہ صرف پرانے وقتوں میں ہی تھی بلکہ آج بھی ہے۔ آج بھی استنبول کو سیلانیوں کا گڑھ کہا جاتا ہے۔

س: کِن دو اشعار میں میاں صاحبؒ نے آسمان کی منفی اور مثبت صفات بیان کی ہے؟

ج: ویسے تو کئی ایک مقامات پر جہاں جہاں شہزادے سیف الملوک پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں وہاں وہاں حضرت میاں صاحبؒ نے شہزادے کی زبان میں اسمان سے گِلا شکوہ کیا ہے۔ لیکن ان دو اشعار میں آسمان کی اچھی اور بُری صفات بیان کی گئی ہیں۔اسمان کی یاری کو غیر یقینی اور بے بھروسہ قرار دیا ہے۔

کدے پیار کرے ہتھ پھیرے، جیوں سر چُمے مائی
کدے چُھری پھڑ لاہے کلاں جیونکر لاہن قصائی 1683
لاڈ اُس دے دا لاڈ نہ کریئے، لاڈیں لاڈیں لاندا

بھائیاں وانگر چا کندھاڑے، جا یوسفؑ کھوہ پاندا 1684

لاڈ نہ کریئے: فخر نہ کیجیئے، لاڈیں لاڈیں لاندا: لاڈ لاڈ میں سَٹ مارتا ہے۔

جب شہزادہ سیف الملوک اور اُس کے ساتھی دورانِ سفر بارش اور تیز ہوا کے مِلے جُلے سمندری طوفان میں گِھر گئے تو ایسے میں میاں صاحبؒ نے آسمان سے گِلہ شکوہ کرتے ہوئے مذکورہ بالا اشعار کہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کبھی تو آسمان ہمیں اس طرح پیار کرتا ہے اور ہم پر ایسے ہاتھ پھیرتا ہے جس طرح کہ ماں اپنے بچے کا منہ سر چُومتی ہے اور کبھی قصائی بن کر ہاتھ میں چُھری پکڑ کر ہماری کھال اتارنے لگتا ہے۔ اس کے لاڈ پیار پر فخر نہ کرنا چاہیے، لاڈ لاڈ میں ہی یہ ظلم وتشدد پر اُتر آتا ہے۔ پہلے یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح اپنے کاندھے پر اُٹھاتا ہے اور پھر اُٹھا کر کنویں میں پھینکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے پیار میں فریب ہے۔

(آسمان سے ضرورت کے مطابق بارشیں برسیں تو ہمارے لئے رحمت اور اگر بارشیں رُکنے کا نام ہی نہ لیں تو یہ زحمت یعنی سیلاب کی شکل میں عذابِ الٰہی)

س: میاں صاحب کا جگ کی بےوفائی پر کونسا شعر مشہورِ عام ہے؟

ج: **دُنیا اُتے کون اَمن وِچ ہر کوئی دُکھیارا**

بےوفا سنسار ہمیشہ ٹھگ بازاری بھارا 1722

س: میاں صاحبؒ نے ہندوستان کے کِس جزیرے کا ذِکر کیا ہے جہاں شہزادہ اور اس کے ساتھی سمندری طوفان سے بچ کر پہنچے؟

ج: میاں صاحب نے ہندوستان کے جزیرہ مالوہ کا ذکر کیا ہے جہاں کالی مرچوں کے بہت زیادہ درخت ہوتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے وہاں کی کالی مرچیں بہت مشہور ہیں۔ میاں صاحبؒ

فرماتے ہیں:

نِکیاں مرچاں دے رُکھ اوتھے دِسدے گھنے گھنیرے

بہت عجائب رُکھ اُنہاندے، وڈے اَتے اُچیرے

(کالی مرچوں کے وہاں بہت ہی گھنے درخت تھے۔ وہ درخت عجیب وغریب قسم کے تھے۔ وہ بہت بڑے اور اونچے تھے۔)

س: جزیرہ مالوہ سے نکل کر شہزادہ اور اس کے ساتھی کہاں پہنچے؟

ج: وہ لوگ تبّت شہر پہنچے جہاں اُن کا سامنا بندروں کی فوج سے ہوا۔

س: بندر شہزادے کو کہاں لے گئے؟

ج: بندر شہزادے کو اپنے سردار کے پاس لے گئے جو ایک خوبصورت جوان تھا۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

تخت اُتے اِک بیٹھا سُندر، خوب جوان دِیداری

سوہنی صورت، سوہنی دیہی، سوہنی بھنی ساری

(تخت پر ایک بہت ہی خوبصورت جوان بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا حُسن قابلِ دید تھا۔ اس کی شکل، جسم اور تخت پر بیٹھنے کا انداز بھی حسین تھا۔)

(حُسن چنگی شے اے پر حُسن دے نال ادب آداب وِی آؤنے چاہی دے نیں۔)

س: شہزادہ سیف الملوک اُس خوبصورت سردار کی دعوت کھا کر کونسی کتاب پڑھنے لگا؟

ج: شہزادہ کھانا کھانے کے بعد نہایت ہی دِلکش انداز میں خوش الحانی کے ساتھ حضرت داوٗدؑ کی کتابِ مقدس زبور زبانی پڑھنے لگا۔

س: ناجنسوں کی بادشاہی سے اپنے مُلک میں مانگت بننا بہتر ہے اس حقیقت پر میاں صاحبؒ کا کونسا شعر مشہورِ عام ہے؟

ج: آپو اپنی قومے اندر، راضی ہے ہر کائی
ناجنساں دِی بادشاہی تھِیں چنگی دیس گدائی

(ہر شخص اپنی قوم میں ہی راضی اور خُوش رہتا ہے۔ یہ بات قدرتی امر ہے۔ ناجنسوں کی بادشاہی سے تو اپنے مُلک میں گداگر بننا بہتر ہے۔ دوسری قوم کے لوگ کب کسی کو معاف کرتے ہیں۔ (انسان اپنے ہی مُلک میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاکر رہنا شروع کردے تو وہ لوگ معاف نہیں کرتے کجا بدیسی قوم کی بادشاہی!)۔ دوسرا اگر اپنے مُلک میں برائیاں اور ظلم ہے تو اُن کے خلاف سب کو مِل کر جہاد کرنا چاہیے۔ نہ کہ بزدلوں اور موقع پرست لوگوں کے طرح مُلک وقوم کو چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں برباد ہونے دینا چاہیے۔ نیک اور اچھے لوگوں کا کام ہے جہاں ظلم ہو اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ اور جس طرح بھی ہو ظالموں، راشیوں، چوروں، منافع خوروں کی کمر توڑی جائے۔ اس کے لئے ہر حربہ استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بڑی اور کیا پسندیدہ بات ہو گی کہ ظالموں سے ٹکر لی جائے اور مظلوموں کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات دلوائی جائے۔

س: بندروں کے اس جزیرے کا نام کیا تھا؟

ج: بندروں کے اس جزیرے کا نام ہولنگ تھا۔

س: بندروں کے اس سردار کا نام کیا تھا؟

ج: یاجوج فیروز شہزادہ۔

س: شہزادہ سیف الملوک نے کِس دیو شہزادے کو ہلاک کیا؟

ج: سیف الملوک شہزادے نے دیو شہزادے بہرام کو ہلاک کیا تھا۔

س: اس جزیرے کا نام کیا تھا جہاں شہزادے سیف الملوک نے دیو بہرام کو قتل کیا؟

ج: اُس جزیرے کا نام اسفندباش جزیرہ تھا۔

س: دیو شہزادہ بہرام نے کس خاتون کو اپنی قید میں رکھا ہوا تھا؟

ج: دیو بہرام نے سراندیپ کے بادشاہ کی بیٹی ملکہ خاتوں کو ایک لمبے عرصے سے اپنی قید میں رکھا ہوا تھا۔ دیو بہرام کو قتل کر کے شہزادہ سیف الملوک نے ملکہ خاتوں کو آزاد کروایا۔ ملکہ خاتوں کو شہزادہ سیف الملوک نے منہ بولی بہن کہا۔

س: ملکہ خاتوں اور بدرہ خاتون کا آپس میں کیا رشتہ تھا؟

ج: ملکہ خاتوں اور بدرہ خاتوں سگی بہنیں تھیں۔

س: ملکہ خاتوں نے شہزادے کو پری بدیع الجمال کے بارے میں کیا بتایا؟

ج: ملکہ خاتوں نے شہزادے کو بتایا کہ پری بدیع الجمال اُس کی دُودھ بہن ہے۔ اُس

کی ماں بدیع الجمال کی دُودھ ماں تھی۔ اُس نے شہزادے کو بدیع الجمال کو ملانے کا وعدہ کیا۔ میاں صاحبؒ نے دونوں بہنوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

ملکہ خاتوں تے بھَین اس دِی بدرہ خاتوں رانی
بدیع الجمال سہیلی جِس دِی شاہ پری مَن بھانی

ملکہ خاتوں اور اس کی بہن بدرہ خاتوں رانی ہے اور جِس کی سہیلی بدیع الجمال جو دِل کو بھانے والی ہے۔

شہزادہ سیف الملوک ملکہ خاتوں کے ساتھ اُس کے مُلک سراندیپ آیا۔ جہاں اُسکا استقبال کیا گیا۔ اور بعد میں اُس کو تخت پر بٹھایا گیا۔

س: جب پری بدیع الجمال سے ملنے کی آس بندھی تو اس کے بعد شہزادے کو کِس سے ملنے کی طلب ہوئی؟

ج: شہزادے کو اپنے جگری دوست صاعد کو ملنے کی چھِک لگی۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

صاعد دِی ہن چھِک سینے وِچ لین آرام نہ دیندی
ترٹّی سانگ کلیجے اندر ہر دَم رڑک مریندی

اب شہزادے کو اپنے دِل میں اپنے دوست صاعد کی یاد ستانے لگی جو اس کو ایک پَل چین نہ لینے دیتی۔ صاعد کی یاد اس کے کلیجے میں ٹوٹی ہوئی برچھی کی مانند ہر دَم چُبھن دے رہی تھی۔

شہزادے کو صاعد کہاں نظر آیا؟

ج: جنگل میں شکار کے دوران صاعد ایک مجذوب کی شکل میں ایک بزرگ کی جھونپڑی میں بیٹھا دکھائی دیا۔ شہزادے نے خدمتگاروں کو کہا کہ اس مجذوب کو دربار میں حاضر کیا جائے۔

س: دربار میں بُلوا کر شہزادے نے اُس سے کیا پوچھا اور صاعد نے کیا جواب دیا؟

ج: میاں صاحب نے اس سوال و جواب کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

پھِر پُچھے کیہہ ناواں تیرا سچ دسالیں بھائی
کیہوس نام میرا ہے صاعد رکھیا بابل مائی

پھر شہزادے نے اس مجذوب سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ جواب میں اس مجذوب نے کہا کہ میرا نام صاعد ہے جو میرے ماں باپ نے رکھا تھا۔

س: جب شہزادے نے صاعد کا نام سُنا تو اس پر کیا ردِعمل ہوا؟

ج: شہزادہ تخت سے اُٹھا اور غش کھا کر گر پڑا۔

س: شہزادے کو بیہوش ہوتے دیکھ کر خدمتگاروں نے کیا ردِعمل ظاہر کیا؟

ج: ناسمجھ اور بےعقل خدمتگاروں نے سمجھا کہ شہزادہ اس مجذوب بندے کی وجہ سے بےہوش ہوا ہے اُنہوں نے صاعد کی پٹائی کرنا شروع کردی۔

س: بےعقل اور عقلمند خدمتگاروں کا میاں صاحبؒ نے کس طرح فرق بیان فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

جو جو آہے دانش والے شاہزادے پر ڈھٹھے
صاعد نوں پھڑ مارن لگے ہو بےعقل اکٹھے

خدمتگاروں میں جو عقل مند تھے وہ شہزادے کی طرف لپکے تاکہ اُسے سنبھال سکیں اور جو بےعقلے تھے وہ اکٹھے ہوکر صاعد کی پٹائی کرنے لگے کہ صاعد کی وجہ سے شہزادہ بےہوش ہوا ہے۔ وہ اپنے آپ کو شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ثابت کرنا چاہتے تھے۔ صاعد وہاں سے بھاگ نکلا اور ایک کوٹھی میں جا کر چھپ گیا۔ دِل میں سوچنے لگا کہ یا ربّ! میں نے کیا بُرا کیا جو مُجھ سے یہ سلوک کیا گیا۔

کسی دانشور کا قول ہے کہ بیوقوف دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔

س: صاعد کو کون ڈھونڈ کر لائے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

دو بندے اُس کوٹھے آئے، اوڑک لوڑ کریندے
اندر وڑ کے ویکھ لییو نیں جھنڈوں پکڑ مریندے

آخرکار دو آدمی ڈھونڈتے ڈھونڈتے اُدھر آ پہنچے جہاں صاعد چھپا بیٹھا تھا۔ انہوں نے اندر آکر اُس کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور پٹائی کرنے لگے۔

س: اس بےوجہ کی پٹائی کو میاں صاحبؒ نے کس طرح بیان فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

والاں تھیں پھڑ دھروہ لییو نیں وَنج حضور پچایا

جاندے جنّے وانگ فراقے اپنا آپ وکھایا

انہوں نے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ لیا اور شہزادے کے حضور میں پہنچایا۔ فراق نے جاتے جاتے کِسی جِن کا رنگ دکھایا۔

میاں صاحب یہاں فراق کو جِنّ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔کہ شہزادے سے صاعد کی جدائی یعنی فراق ایک جِنّ کی مانند تھی۔ جدائی میں جو تکالیف صاعد نے برداشت کیں۔آخر میں جہاں مِلنے کی آس بندھی اور جدائی کا خاتمہ ہونے کو آیا عین اُس وقت صاعد کو چھینٹی کا چڑھنا بیان فرمایا کہ چمبڑا ہوا جِنّ جب جسم سے جدا ہوتا ہے تو اُس وقت وہ جاتے جاتے جسم کو اچھا خاصا جھٹکا دے کر جاتا ہے۔ فراق یعنی جدائی نے جاتے جاتے صاعد کو ٹِکا کر جھٹکا لگایا۔مطلب یہ کہ جدائی یا فراق کی کیفیت بھی آسانی سے ساتھ نہیں چھوڑتی۔ سفرالعشق چاہے شہزادے کا ہو یا وزیرزادے کا اس میں مار بہت پڑتی چلی جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو اسی طرح آفات میں گھری زندگی سے یکدم نجات نہیں مِلتی بلکہ آفات کے جاتے جاتے بھی اثرات باقی رہتے ہیں۔ ہر وقت ربّ کی پناہ میں رہنے کی دُعا کرنا چاہیے۔

س: کِس کے کہنے پر اور کہاں بدیع الجمال نے شہزادے کو مِلنا قبول کیا؟

ج: ملکہ خاتوں، بدرہ خاتوں اور اُن کی ماں کی سفارش پر پری بدیع الجمال نے شہزادے سیف الملوک کو ملک سراندیپ کے شاہی باغ میں مِلنا قبول کیا۔

س: کتاب سیف الملوک میں میاں صاحبؒ نے کُل کتنی پنجابی غزلیں لکھی ہیں؟

ج: میاں صاحبؒ نے کل نو عدد غزلیات لِکھی ہیں۔سیف الملوک میں چار غزلیں ایک جگہ لِکھی ہیں جبکہ پانچ غزلیں جہاں شہزادے اور بدیع الجمال کا ملاپ ابھی ہونا ہوتا ہے اس مقام پر لِکھی ہیں۔

***

س: پری بدیع الجمال نے اپنے کِس خاص دیو کو شہزادہ سیف الملوک کو باغِ ارم میں پہنچانے کے لئے کہا؟

ج: پری بدیع الجمال نے دیو آہوخاطف کے ذمہ لگایا کہ وہ شہزادہ سیف الملوک کو حفاظت سے باغِ ارم پہنچائے۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

آہو خاطف نام دیوے دا نال کیتا ہمراہی
عفریتاں پر کرے سواری عشق دلیر سپاہی

(پری بدیع الجمال نے اپنے خادمِ خاص آہوخاطف نامی دیو کو شہزادے کے ہمراہ روانہ کیا۔ عشق ایسا دلیر سپاہی ہے جو دیوؤں پر بھی سواری کرتا ہے۔)

***

س: پری بدیع الجمال نے شہزادے سیف الملوک کو باغِ ارم میں کس کے پاس بھیجا؟

ج: اپنی دادی اماں کے پاس۔ بدیع الجمال کا باپ اُس کی دادی کی بات مانتا تھا

***

س: بدیع الجمال کی دادی کا کیا نام تھا؟

ج: بدیع الجمال کی دادی کا نام مہرافروز تھا۔

***

س: بدیع لجمال کی والدہ کا کیا نام تھا؟

ج: بدیع الجمال کی والدہ کا نام حسن جمال تھا۔

***

س: پری نے آہوخاطف کے ہاتھ دادی کو کیا بھیجا؟

ج: پری نے آہوخاطف کو دادی کے نام ایک خط دِیا۔

***

س: پری بدیع الجمال کی دادی مائی مہرافروز شہزادے پر کِس طرح اعتبار کیا؟

ج: مائی مہرافروز شہزادے سیف الملوک کی علمی و عقلی قابلیت جانچنے کے لئے اُس کا امتحان لیا۔جس پر وہ پورا اُترا۔مائی شہزادہ سیف الملوک کے علم و ہنر، جاہ و جلال سے بے حد متاثر ہوئی۔

***

س: اُس نے شہزادے سے کیا وعدہ کیا؟

ج: پری بدیع الجمال کی دادی نے شہزادے سے وعدہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے یعنی بدیع الجمال کے والد شاہپال سے اُس کی سفارش کرے گی۔

***

س: باغِ ارم میں بیٹھے بیٹھے شہزادہ سیف الملوک پر کیا آفت ٹوٹی؟

ج: باغِ ارم میں بیٹھے شہزادے کے پاس مُلک قلزم کے بادشاہ کی بھیجی ہوئی پریاں آئیں۔انہوں نے شہزادے سیف الملوک سے بہانوں بہانوں میں یہ پوچھ لیا کہ کیا دیو شاہ بہرام کی موت اُسی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہے۔ شہزادے نے اثبات میں جواب دیا۔ وہ اُسے اُس کی منزل تک پہنچانے کا بہانہ بنا کر اُسے اپنے مُلک قلزم لے گئیں۔

***

س: پریاں بہانہ بنا کر شہزادے کو اُٹھا کر مُلک قلزم میں کِس کے پاس لے گئیں؟

ج: پریاں بہانہ بنا کر شہزادے کو شاہ بہرام کے باپ جو کہ قلزم کا بادشاہ تھا کے پاس

لے گئیں۔تاکہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کو سزا دے کر اپنا انتقام لے سکے۔

س: قلزم کے بادشاہ کا نام کیا تھا؟

ج: قلزم کے بادشاہ کا نام ہاشم شاہ تھا۔

س: ہاشم شاہ نے سیف الملوک کے قتل کا حکم دِیا لیکن کن کے کہنے پر قتل کے حکم کو قیدِ تنہائی میں بدل دِیا؟

ج: ہاشم شاہ نے اپنے وزیروں اور جلاد کی سفارش پر قتل کے حکم کو قیدِ تنہائی میں بدل دِیا۔

س: قلزم کے بادشاہ ہاشم شاہ نے شہزادہ سیف الملوک کو کہاں قیدِ تنہائی کیا؟

ج: شہزادہ سیف الملوک کو پاؤں میں سنگل ڈال کر ایک ویران اور انتہائی تاریک اندھے غار (درگ) میں ڈال کر اوپر بھاری پتھر کی سِل کا بنا ہوا ایک ڈھکنا رکھ دِیا۔جس میں کھانے پینے کی اشیاء بھیجنے کے لئے صرف ایک سوراخ تھا،جس کے ذریعے کبھی کبھار کوئی آسمانی تارا دکھائی دیتا۔

س: میاں صاحبؒ نے اس درگ (اندھے غار) کی کس طرح تصویر کشی کی ہے؟

ج: میاں صاحبؒ نے اس شعر میں غار کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

بُرا دُرگ دیواں دا آہا دوزخ دنیا اُتے
سپ اَٹھوئیں، ہور خزندے، وانگر کالے کُتے

اُن دیوؤں کا غار بہت ہی بُرا تھا یہ دنیا میں دوزخ سے کم نہیں تھا۔اس میں سانپ،بچھو اور کئی خطرناک قسم کے جانور تھے۔

(بدقسمتی نال جس سماج وِچ اسیں وَس رہے آں، ایہہ وِی دوزخ وانگ اے۔انساناں دے روپ وِچ سپ اٹھوویں تے کُتے عام لوکاں نوں ڈنگن وچ اِی رہندے نیں۔)

س: شہزادے نے آسمان سے شکوہ کرتے ہوئے اپنی بےبسی اور اس مصیبت میں گھِرے جانے کا اظہار کس طرح کیا؟

ج: شہزادے کے آسمان سے گِلہ شکوہ کو میاں صاحبؒ نے کئی اشعار میں قلمبند فرمایا ہے۔ لیکن یہ شعر شہزادے کے شکوہ کی بھرپور عکاسی کرتا ہے:

میں شوہدے پردیسی بندے کے گمایا تیرا
نہ کوئی تیرا تارا لاہیا نہ چن چایا تیرا

اندھے غار میں قید شہزادہ سیف الملوک آسمان سے گِلہ شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اے آسمان! قسمت کے مارے پردیسی بندے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، نہ ہی تو تیرا کوئی ستارہ توڑا ہے اور نہ ہی تیرا کوئی چاند اُٹھایا ہے۔

(سچے دل سے کتاب سیف الملوک پڑھنے والے شخص کو میاں صاحبؒ کی ہر بات میں گہری رمز ملے گی۔اس شعر میں ستاروں اور چاند کی باتیں ہیں۔ تارے لٹکے ہوتے ہیں اس لئے توڑے جاتے ہیں، چاند تیر رہا ہے اس لئے اس کو اُٹھایا جاتا ہے۔)

س: پری بدیع الجمال کا رشتہ شہزادہ سیف الملوک کو دینے کے لئے شاہپال بادشاہ کو کِس نے راضی کیا؟

ج: پری بدیع الجمال کی دادی یعنی شاہپال کی والدہ مہرافروز نے اپنے بیٹے شاہپال کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ شہزادہ سیف الملوک کو دے

س: بدیع الجمال کے والد بادشاہ شاہپال کو کِس نے شہزادہ سیف الملوک کو قلزمیوں کی قید سے چھڑوانے کا کہا؟

ج: بدیع الجمال کی دادی مہرافروز نے اپنے بیٹے شاہپال بادشاہ کو کہا کہ یہ اُس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے گھر آئے مہمان کی حفاظت کرے۔اور اگر کوئی اُس کے اُٹھا کرلے گیا ہے تو وہ اُس کو چھڑوا کر واپس لائے۔چاہے اِس کے لئے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

س: بدیع الجمال کے باپ بادشاہ شاہپال نے شہزادے کو چھڑوانے کے لیے کیا چارہ کیا؟

ج: بادشاہ شاہپال نے اپنے خاص ایلچی آہو خاطف کو قلزم کے بادشاہ ہاشم شاہ کے نام چٹھی دے کر روانہ کیا۔جس میں سیف الملوک شہزادے کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔

س: ہاشم شاہ نے کیا جواب دِیا؟

ج: ہاشم شاہ نے شہزادہ سیف الملوک کو واپس کرنے سے صاف انکار کردیا۔

س: ہاشم شاہ کے انکار پر بدیع الجمال کے باپ بادشاہ شاہپال نے کیا کیا؟

ج: بادشاہ شاہپال نے ہاشم شاہ کے مُلک قلزم پر فوج کشی کردی۔

س: اس جنگ کا کیا نتیجہ نِکلا؟

ج: ایک بڑی زوردار جنگ میں قلزم کے بادشاہ ہاشم شاہ کو شکست ہوئی۔ شاہپال کو فتح نصیب ہوئی اور شہزادہ سیف الملوک کو آزاد کروا کر باغِ ارم لایا گیا۔ جہاں بدیع الجمال کے والد شاہپال نے شہزادے کو اپنی بیٹی کا ہاتھ دینا بخوشی قبول کیا۔

س: شادی کے لئے آمادگی ہونے کے بعد شہزادے نے کیا کیا؟

ج: شہزادے نے اپنے باپ کے نام ایک خط لِکھا اور صاعد کو آہو خاطف کے ساتھ مصر بھیجا۔

س: جب شہزادے کی بارات بدیع الجمال کے ہاں پہنچتی ہے تو شہزادے کے ساتھ بدیع الجمال کی سہیلیاں کیا سلوک کرتی ہیں؟

ج: بدیع الجمال کی تین سوساٹھ سہیلیاں شہزادے سے اپنے اپنے حصے کا لاگ مانگتی ہیں۔

س: شہزادے کی بارات کے واقعے سے اگر مجاز کے پردے کو اُٹھا کر دیکھا جائے تو کیا محسوس ہوتا ہے؟

ج: مجاز کے پردے کے پیچھے عشقِ حقیقی چھُپا ہوا ہے۔ شہزادے کی بارات سفرِ آخرت کا منظرنامہ پیش کرتی ہے۔

میاں صاحبؒ نے شاید اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ

ڈوہنگی نظرے مُڑ مُڑ سمجھو، لنگھ نہ جاؤ تر کے

اسی طرح ایک اور جگہ میاں صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ہے:

رمز حقیقی کہے محمدؒ پا مجازی پلّا

س: تین سوساٹھ سہیلیوں سے کیا مراد ہے؟

ج: تین سوساٹھ سہیلیوں سے مراد تین سوساٹھ سوالات ہیں جو منزلِ قبر تک کے ہیں۔

س: رَتی لے کر جو مراثن آتی ہے اُس سے کیا مراد ہے؟

ج: رتّی سے مراد بندے کا اعمال نامہ ہے۔میراثن بندے کا اعمال نامہ لے کرآتی ہے

س: دودھ کے چھنّے سے کیا مُراد ہے؟

ج: دودھ کے کٹورے سے مراد اعما کے صالح ہونے پر اللہ تعالی کی طرف سے انعام واکرام ہے۔

س: شہزادے کے دوست وزیرزادے صاعد کا نکاح کس سے ہوا؟

ج: شہزادے کے دوست صاعد کا نکاح شہزادے کی منہ بولی بہن ملکہ خاتوں کی بہن بدرہ خاتون سے ہوا۔ شہزادہ سیف الملوک نے ملکہ خاتوں کو دیو بہرام کی قید سے آزاد کروایا۔ سراندیپ کی شہزادیاں ملکہ خاتوں اور بدرہ خاتوں دونوں پری بدیع الجمال کی سہیلیاں تھیں۔

س: شادی کے بعد دونوں جوڑے کہاں روانہ ہوتے ہیں؟

ج: شادی کے بعد دونوں جوڑے (شہزادہ سیف الملوک اور بدیع الجمال، وزیرزادہ صاعد اور ملکہ خاتوں) اپنے شہزادے اور وزیرزادے آبائی وطن مصر کی جانب روانہ ہوتے ہیں۔

س: اپنے باپ عاصم شاہ کی وفات کے بعد کتنا عرصہ تک شہزادہ سیف الملوک نے اپنے ملک مصر پر حکمرانی کی؟

ج: اپنے باپ کی وفات کے بعد پچاس سال تک شہزادہ سیف الملوک مصر

پر حکمرانی کرتا رہا۔

س: بدیع الجمال کے مجاز میں کون تھا؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

حُسن سمند حقان وچوں سی قطرہ صاف نورانی
ندی مجازی اندر آیا، بن کے شکل زنانی 8921

س: سیف الملوک میں باباگرونانکؒ کے بارے میاں صاحبؒ نے کیا فرمایا ہے؟ آپؒ نے فرمایا ہے:

ج: بابے نانک بانی اندر، بات کہی یک رنگی
وَس ہویا مُڑ جاندا ناہیں، رِیت سجن دِی چنگی 8917

"Cruelty, false love, greed and anger are four streams of fire. Those who fall into them are burnt, O Nanak. Only those are saved who cling to His feet."
Guru Nanak

س: مثنوی سیف الملوک کتاب کے آخر میں میاں صاحبؒ نے کِن شاعروں کی تعریف میں اشعار کہے ہیں؟

ج: میاں محمد بخشؒ نے پنجاب کے شاعروں کی عظمت کو ایک، ایک، دو دو اوربعضوں کو کئی اشعار میں بیان کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

شاعر بہت پنجاب زمیں دے ہوئے دانش والے

کافی باراں ماہ جنہاں دے، دوہڑے بَیت اُجالے
ہِکناں جوڑ کتاباں لکھیاں، قصّے ہور رسالے
کدھر گئے اوہ سنگ محمدؒ کر کے ویکھ سنبھالے

س: میاں محمد بخشؒ نے سب سے پہلے کِس صوفی شاعر کے بارے میں شعر کہا ہے؟

ج: میاں محمد بخشؒ نے پہلا شعر باباجی فرید شکر گنجؒ کے بارے میں لِکھا ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیں:

اَوّل شیخ فرید شکر گنجؒ عارف اہل ولایت
ہِک ہِک سُخن زبان اوہدی دا رہبر راہ ہدایت

س: حضرت سُلطان باہوؒ کے بارے میں میاں محمد بخشؒ نے کیا فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحب حضرت سُلطان باہوؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

پھِر سُلطان باہوؒ ہِک ہویا خاصہ مرد حقانی
دوہڑے پاک زبان اوہدی دے روشن دوہیں جہانیں 9021

س: حضرت بُلھے شاہؒ کے بارے میں میاں محمد بخشؒ نے کیا فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحب انقلابی صوفی شاعر حضرت بُلھے شاہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

بُلھے شاہؒ دِی کافی سُن کے ترٹدا کُفر اندر دا
وَحدت دے دریاوے اندر اوہ بھی وَتیا تردا 9022

س: حضرت وارث شاہؒ کے بارے میں میاں محمد بخشؒ نے کیا فرمایا ہے؟

ج: حضرت میاں صاحبؒ حضرت وارث شاہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وارث شاہؒ سُخن دا وارث، نِندے کون اوہناں نوں
حرف اوہدے تے اُنگل دھرنی، ناہیں قدر اسانوں 9036

(سیف الملوک کتاب کے اسی حصہ میں میاں صاحب نے پنجابی کے ان مشہور صوفی شاعروں کی صفات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر درجنوں پنجابی شاعروں کی صفات میں شعر کہے ہیں۔)

س: میاں محمد بخشؒ نے اپنا اور پنجاب کے ان شعراء کا موازنہ کس طرح کیا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ پر عاجزی اور انکساری تو ختم ہے۔ آپؒ نے اپنے آپ کو ان سب شعرائے کرام سے نہایت کمتر درجے پر رکھا ہے۔ یہی میاں صاحب کی عظمت ہے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں:

کِسے کباب کِسے مٹھیائیاں کِسے پلاء پکائے
کِسے اچار مربّے عمدے قُلیے کِسے ٹکائے 9081

مِسّا لُونا جے کُجھ جُڑیا ٹکڑا اساں گدائی
حالوں حُجت کوئی نہ کیتی کھاؤ براء خدائی 9082
شاعر نام دھراون لائق قدر نہیں کُجھ میرا
اوہ کھیتاں دے سائیں میرا کھل بنے پر پھیرا 9083

س: جس نے آپؒ کے دِل میں سُخن کا باغ لگایا اُس کی مدح کس طرح بیان فرمائی ہے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

جُگ جُگ جِیوے دیون والا، جِس ایہہ کرم کمائے
اندر میرے باغ سُخن دے دھن مالی جِس لائے 9086
مِلیا مالی بنیا والی رحمت پانی لائیوس
کلّر وِچ محمد بخشاؒ باغ بہار بنائیوس 9088

س: میاں صاحب نے کتاب سیف الملوک کے اختتام پر اپنے ظاہری مُرشد کی مدح میں کتنے شعر لکھے؟

ج: آپؒ نے مُرشد کی مدح کو باب "در مدح پیر خود میگوید" میں کُل 23 اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

س: میاں محمد بخشؒ کے مرشد کا نام کیا تھا جن کے ہاتھ پر آپؒ نے ظاہری بیعت کی؟

ج: آپؒ کے مُرشد کا نام سائیں غلام محمدؒ (کلروڑی شریف والے) تھا۔ میاں صاحبؒ ایک شعر میں اپنے مُرشد کا تعارف کچھ ان الفاظ میں کرواتے ہیں۔

مَرد بھُلیرا مُرشد میرا شاہ غلام محمدؒ
اہلِ شریعت اہلِ طریقت وانگ امام محمدؒ

(میرے مُرشد شاہ غلام محمدؒ ایک صالح اور بھلے انسان ہیں۔ وہ امام محمدؒ کی طرح اہلِ شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ طریقت بھی ہیں۔)

س: شاہ غلام محمدؒ کے مُرشد کا نام کیا تھا؟

ج: شاہ غلام محمدؒ کے مُرشد کا نام سائیں بُدوح شاہؒ تھا۔

س: سائیں بُدوح شاہؒ کے مُرشد کا نام کیا تھا؟

ج: سائیں بُدوح شاہؒ کے مُرشد کا نام سائیں بگا شیرؒ تھا۔

س: سائیں بگا شیرؒ کا دربار کہاں ہے؟

ج: سائیں بگا شیرؒ کا دربار درکالی شریف، گوجر خاں میں ہے۔ میاں صاحبؒ کی آپؒ سے خاص اُنسیت تھی۔ آپؒ اکثر گھوڑی پر سوار ہو کر آپؒ کے دربار حاضری دیتے۔ میاں صاحبؒ نے آپؒ کا روضہ مبارک اور مسجد اپنی نگرانی میں وہاں رہ کر تعمیر کروائی۔

س: میاں محمد بخشؒ کے مُرشد شاہ غلام محمدؒ نے آپؒ کو باطنی فیض کے حصول کے لئے کِس کے پاس بھیجا؟

ج: حضرت شیخ احمد وَلیؒ کشمیری کی پاس جو کہ سری نگر میں قیام پذیر تھے۔ میاں صاحبؒ پاپیادہ پہاڑوں کی چوٹیاں کو عبور کرتے اور خطرناک گھاٹیوں میں سے گذرتے ہوئے سرینگر پہنچے۔ جہاں اُن کی ملاقات حضرت شیخ احمد وَلیؒ سے ہوئی۔ جنھوں نے میاں صاحبؒ کو دستارِ ولایت عطا کی۔

س: میاں صاحب نے شعروسُخن کی دولت کا خزانہ کہاں سے پایا؟

ج: میاں صاحبؒ نے اس سوال کا جواب کتاب سیف الملوک کے آخر میں شعروں کی شکل میں یوں بیان فرمایا ہے:

کِسے کِسے تھیں کِسے کِسے تھیں کِسے خضرؑ الیاسوںؑ
شعر کلام سُخن دی بخشش مینوں مُرشد پاسوں 9106

کِسی نے کِسی سے اور کِسی نے کِسی سے اور کِسی نے حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ سے یہ سخن وشعر کی دولت حاصل کی جبکہ مجھے شعر کلام سُخن کی بخشش میرے مُرشد شاہ غلام محمدؒ سے ہوئی ہے۔

ہکو سُخن نہ ہور تمامی، جو نعمت میں پائی
اوسے مرد سچے دا صدقہ، اپنی نہیں کمائی 9107

نہ صرف سُخن بلکہ اور سب نعمتیں جو مجھے میّسر آئیں وہ اُس سچے مرد کے صدقہ مِلیں۔ ان نعمتوں کے حصول میں میری اپنی کوئی محنت یا کمائی شامل نہیں۔

خسخس جِتنا قدر نہ میرا، اُس نوں سب وڈیایاں
میں گلیاں دا رُوڑا کُوڑا، محل چڑھایا سائیاں 9108

میری حیثیت تو خسخس کے برابر بھی نہیں ہے۔ جبکہ یہ ساری وڈیائی/ فضیلت اُس مرشدِ اعلیٰ کی ہے جس کے توسط سے مجھے یہ شعروسُخن اور معرفت کی دولت عطا ہوئی۔ یہاں میاں صاحب نہایت ہی عاجزی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میری حیثیت تو گلیوں کے روڑے کُوڑے سے بڑھ کر نہیں ہاں البتہ یہ میرے مُرشدِ پاک کی میرے جیسے ناچیز اور بے حیثیت بندے پر مہربھری نظرِ کرم ہے کہ مجھ جیسے ناچیز کو معرفت کے اس عالیشان محل تک رسائی ہوئی۔

سائیاں! ربّ وڈیائیاں دیوی، جِس میرا ہتھ پھڑیا
عاجز رُڑھدا ڈُبدا جاندا، بیڑی تیری چڑھیا

اوہ مرشد! رب تمہیں عزت وبڑائی بخشے تو نے میرا ہاتھ تھاما، میں عاجز تو دریا میں بہتا ڈوبتا جا رہا تھا اور تمہاری کشتی پر سوار ہوکر میں ڈوبنے سے بچ گیا۔

اوس بیڑی دا پُور ہمیشہ شالا صحیح سلامت
دنیا اُتے موجاں مانے سُکھی روز قیامت
ہر دم رہے ملاح سرے تے رکھے ہر گردابوں
پار چڑھاوے پُور اساڈا بچیئے سبھ عذابوں
سر ساڈے پر ہووے ہمیشہ مہر اوہدی دا سایہ
پاون سبھ پیارے اس دے، یُمن برکت پایا

س: مرشد کی اہمیت کے بارے میں میاں صاحبؒ نےاور کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ج: جنہاں ملاح منایا ناہیں بیڑی چڑھی نہ اس دی
راہوں پرت پئی وچ باراں مفت نکرمی مسدی

جنھوں نے ملاح کو یعنی مُرشد کو راضی نہیں کیا، ان کی کشتی کنارے نہیں لگتی۔ راستے میں ہی کہیں پھنس جاتی ہے اور بدبخت گل سڑ جاتی ہے۔ راہنما کی حیثیت قطب نما کی سی ہے۔ مُرشدورہبر کے بغیر کشتی (انسانی وجود) بھنور میں پھنس جاتا ہے دنیاوی خواہشات کا گرداب بہت بھیانک ہے۔۔ میاں محمد بخشؒ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

چاہ مراد تیری سبھ مِلسی دولت تخت شاہی دا
حیلہ کر جے مِلے وسیلہ وچ وکیل چاہیدا
جے سو حِیلے باجھ وسیلے کریئے نال دلیلے
بھار بیڑے دا پار نہ جاندا باجھ ملاح رنگیلے

دنیا کی مثال ٹھاٹھیں مارتی ندی کی سی ہے۔ نت نئی ایجادات سے اس ندی یعنی دُنیا کی چوڑائی اور گہرائی میں روزبروز اضافہ ہوتا چلا جا رہاہے۔ اس کا پھیلاؤ مزید وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس کو پار کرنے کے لئے کشتی کو ملاح کی ضرورت ہوتی ہے۔کشتی بندے کا مادی وجود(بدن) ہے۔ ندی کو پار کرنے کے لئے ملاح چاہیے۔ ملاح کو مرشد کی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ جو ندی کے بھنور سے کشتی کو بچاتا ہے۔ اکثر صوفیائے کرام نے ملاح کی اہمیت پر بہت زور دِیا ہے۔ باباجی فرید شکر گنجؒ فرماتے ہیں:

کھڑا پُکارے پاتنی، بیڑا کپر وات

پاتنی یعنی ملاح پُکارپُکار کر بتا رہا ہے کہ تمہاری کشتی بھنور میں ہے۔ گرداب میں ہے۔ یہ ڈُوب جائے گی۔بداعمالیوں سےتوبہ کرو۔ اپنے اعمال ٹھیک کرو، اپنے اندر تعظیم و ادب کو جگہ دو۔ ہر دَم نیکی کے خیال میں رہو۔ کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ، حرص وہوس کو قابو میں رکھو۔

باباجی فریدؒ ہی ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

بیڑے کو کپر کیا کرے، جے پاتن رہے سچیت

کپر (گرداب) بیڑے (کشتی) کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا اگر مُرشد کامل ہو۔ پاتن (ملاح،مُرشد) سچا ہو۔ سیف الملوک میں ہی ایک اور جگہ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ مُرشد ہی ہے جو ڈوبے ہوئے بیڑے کو باہر نکالتا ہے۔

ڈُبا بیڑا باہر آوے بُری ہجر دِی ڈھابوں
بادشہانہ مِلے خزانہ اچن چیت خرابوں

ملاح (مُرشد) کی اہمیت کے بارے میں میاں صاحبؒ نے مثنوی سیف الملوک میں کئی اور جگہ بھی ارشاد فرمایاہے: ایک جگہ فرماتے ہیں

جلد ملاح ہلاون چپّے زورآور قرارے
واء اُڈائی جاوے بیڑے کولو کولی سارے
بیڑے کنڈھے لاء ملاحاں لنگر سَٹ کھلارے
لاہاں نال بدھے پھر دندے، جیونکر اُٹھ قطارے

ملاح (مُرشد، شیخ، پیر) زور زور سے چپو چلاتے ہیں ہوا اُن بیڑوں کو اُڑا کر یعنی بہت تیزی سے لے جاتی ہے۔ اخیر یہ بیڑے ندی کنارے آ لگتے

ہیں۔ بھنور میں نہیں پھنستے اور پھر کنارے پر اونٹوں کی قطار کی طرح ڈوریوں سے بندھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

Sh. Shahab-u-ddin Suhrawardi says: The Shaikh's purpose is to cleanse, from the rust of lust and of nature, the Mureed's heart, so that in it, by attractions and inclinations, may be reflected the rays of the beauty of unity and the glory of eternity; so that, by beholding them, his eyes may be attracted; and so that, thus, divine love may rest in his sincere heart."

س: میاں محمد بخشؒ نے کس شعر میں قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کی اصل غرض وغایت بیان فرمائی ہے؟

ج: سیف الملوک کتاب کے خاتمے پر مناجات سے پہلے آپؒ نے قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کی غرض وغایت کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے:

اسے ہِکسے مصرعے اندر غرض قصّے دِی ساری
جو ڈھونڈے سو پاوے بھائی مُفت نہیں پر یاری

اِسی ایک مصرعے میں قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال ایک طویل مثنوی کی شکل میں لِکھنے کا مقصد پنہاں ہے۔ انسان جو کچھ ڈھونڈتا ہے وہ پا لیتا ہے مگر یاری ایسی شے نہیں جو مُفت میں ہاتھ آئے۔ شہزادہ سیف الملوک کا سفرالعشق پندرہ سالوں پر محیط انتہائی مشکلات وآزمائشوں سے پُر تھا وہ بھیانک سمندری طوفانوں اور مصائب کے پہاڑوں سے ٹکراتا، راہ میں آنے والی ہر طرح کی مخالفتوں کو کچلتا، آس و اُمید کے چراغ کو روشن رکھتے ہوئے بالآخر شارستان کی پری بدیع الجمال کو پا لیتا ہے۔ اس سفرالعشق دے دوران کئی ایسے مقامات آتے ہیں کہ ہر طرف ناکامیوں اور نامرادیوں کے کالے سیاہ بادل گھیر لیتے ہیں لیکن شہزادہ سیف الملوک ہمت وآس کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ کسی لمحے بھی اس

کے مقصد کے حصول میں لغزش یا کمزوری نہیں آتی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کسی بھی انسان کا اپنی زندگی میں جتنا بڑا مقصد ہو گا اُسکی اتنی ہی بڑی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی۔ میاں صاحبؒ کے ایک اور شعر میں اسی حقیقت کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

کنڈے سخت گلاباں والے، دُوروں ویکھ نہ ڈریئے
چوبھاں جھَلیئے رَت چوایئے، جھول پھُلیں تدھ بھریئے

گلابوں کے ساتھ لگے سخت کانٹوں کو دُور سے دیکھ کر ہی خوف نہ کھائیں۔ اگر پھولوں سے جھولی بھرنے کی خاہش ہے تو کانٹوں کی چُبھن سے جو خون بہے گا اس کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی ہونا چاہیے۔ کامیابی کے پیچھے ہمت، محنت، تکلیف، برداشت اور دُکھ چھُپے ہوتے ہیں۔ (آپ جو عمل بھی کریں اُس کا مقصد نیک ہونا چاہیے۔ بُرے مقصد کے لئے کی گئی کوشش اور عمل عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہوتا ہے۔ بندے کو اپنی حیثیت دیکھتے ہوئے راست قدم ہی اٹھانا چاہیے)

س: میاں صاحبؒ نے سچے متلاشی (کھوجی) کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ج: میاں محمد بخشؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

لوڑن والا رہیا نہ خالی لوڑ کیتی جِس سچی
لوڑ کریندا جو مُڑ آیا لوڑ اوہدی گِن کچی

میاں صاحبؒ نے شہزادہ سیف الملوک کی جدوجہد اور ہمت کو مدنظر ہوئے یہ شعر ارشاد فرمایا ہے کہ شہزادہ سیف الملوک ملک مصر سے بدیع الجمال پری کی تلاش میں نکلتا ہے اور پندرہ سال مسلسل کاوشوں، مصیبتوں، آفتوں اور مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب وکامران ٹھہرتا ہے اور باغِ اِرم جا پہنچتا ہے جہاں اُس کی شادی بدیع الجمال سے طے پاتی ہے۔ اس کی لگن

سچی تھی، اس میں اخلاص تھا۔ کردار کی پختگی انتہا پر تھی اور منزلِ مقصود (target) کی جانب مکمل توجہ تھی۔ شہزادہ سیف الملوک کی ان پندرہ سالوں کی جدوجہد کو میاں صاحبؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

پندراں برس ہوئے جد ایویں سفر مصیبت سہندے
ندیاں اندر رُڑھدا رہیا تیکر چڑھدے لہندے
محنت سختی جھاگ مصیبت قہر کلور بلائیں
شہر تیرے دے در پر پُہتا کھڑیا پکڑ اضاعیں

6945-6

ایویں: ایسے، اسی حالت میں سہندے: سہتے، برداشت کرتے چڑھدے: مشرق، لہندے: مغرب جھاگ: برداشت کی قہر کلور: ظلم وستم کے ایسے حالات جن میں ہر وقت جان کا خطرہ ہو۔ پہتا: پہنچا کھڑیا پکڑ اضاعیں: بلاوجہ ہی پکڑ کر لے گیا۔

میاں صاحبؒ کی اس کتاب سیف الملوک میں جو سب سے بڑا سبق ہے وہ فطرت کے عین مطابق ہے یعنی حرکت میں برکت ہے اور انسان اس لگاتار حرکت (continuous struggle or efforts) کے نتیجے میں جو کچھ ڈھونڈتا ہے وہ پا لیتا ہے۔ یہاں ایک سوال سر اٹھاتا ہے کہ بندہ ڈھونڈتا کیا چیز ہے؟ یہ سوال انسان کی عظمت کی دلیل تب بنتا ہے جب اُس کی منزلِ مقصود سے آگاہی ہوتی ہے کہ وہ کس چیز کی تلاش میں ہے۔ ربّ کریم کی رضا میں سیدھے راستے (سِدھے راہ) پر ہے یا اپنے من (نفس) کی رضا میں اُلٹے راستے (پُٹھے راہ) پر چلنا چاہتا ہے۔ سیدھے راستے کو خیر کا راستہ بھی کہا جاتا ہے اور پُٹھے راستے کو شر کا راستہ۔ خیر کے راستے میں اگرچہ مشکلات بھی ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت، شفقت اور مدد بھی حاضر ہوتی ہے۔ شاہ حسین

لہوریؒ کی ایک بڑی ہی مشہور کافی کے ان چار مصرعوں سے اس بات کی وضاحت کی جا سکتی ہے:

چور کرن نِت چوریاں
عَملی نوں عَملاں دِیاں گھوڑیاں
کامی نوں چِنتا کام دِی
اساں طلب سائیں دے نام دِی

شاہ حسینؒ نے ان چار مصرعوں میں سماج (society) میں بسنے والے لوگوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے مصرعے میں چور یعنی، ڈاکو، چور، منافع خور، رشوت خور اور اسی قماش کے بےحس و ظالم لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

چور ہر وقت چوری میں مصروف، اگر چوری نہ بھی کر رہے ہوں تو دماغی طور پر اس جگہ کے اردگرد منڈلاتے، اندازے لگاتے نظر آتے ہیں جہاں انہوں نے چوری کرنا ہوتی ہے، یہ بدبخت اپنے اگلے سے اگلے شکار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہ ہر لحہ چوری، ڈاکے، جیب کترنے کے، رشوت لینے کے، کمیشن کھانے کے، مال بنانے کے چکر میں مگن رہتے ہیں۔ اور تو اور اگر جیب کترا عید کی نماز پڑھ رہا ہو تو ساتھ کھڑے لوگوں کی جیبوں پر اُس کا دھیان ہو گا۔ اگر جیب کترے کی اپنی سگی ماں کا جنازہ جا رہا ہو تو بھی جنازے میں شریک لوگوں کی جیبوں کو کاٹنے کی تاڑ ہو گا۔ اس کا ہاتھ جیب کترنے سے باز نہیں رہے گا، مُختصراً چور کی فطرت میں ہر وقت چوری کا خیال ہو گا۔ بات سخت ہے لیکن محض سمجھنے کی خاطر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کاٹ کر ہی اُس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے مصرعے میں عَملیوں یعنی نشہ کرنے والوں کا ذکر ہے کہ نشئی کا دھیان ہر وقت نشے میں ہوتا ہے۔ وہ نشے کے خواب دیکھتا ہے۔ ہر وقت اس کے دماغ کی رگ رگ میں نشہ بولتا ہے۔ اور وہ نشہ کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ جتنے نشے ہیں اُتنی ہی نشہ کرنے والوں کی قِسمیں ہیں۔ اگر اُن کو نشہ نہ مِلے تو اُن کا جسم جو نشے کا عادی ہو چُکا ہوتا ہے وہ اُن کے کنٹرول میں نہیں رہتا۔ نشہ کی حاجت پوری کرنے کے لئے وہ بھیک مانگنے سے لےکر چوری، ناجائز منافع خوری ، دلالی، رشوت خوری اور بھتہ خوری تک کرتے ہیں۔ نشئی ایسا بدبخت انسان بن جاتا ہے جو اپنی ماں بہن کے پرس میں سے رقم نکالنے سے باز نہیں آتا، اپنے بہنوئی اور سالے تک کے گھر سے چوری کرنے سے نہیں چُوکتا۔ ماں باپ اولاد جمانے میں تو بہت شیر ہوتے ہیں لیکن اولاد کی تربیت کرنے میں لاپرواہی برتتے ہیں۔ جس کی سزا اُن کو تو مِلنا ہی ہوتی ہے ساتھ بہنوں بھائیوں، رشتہ داروں اور اہلِ محلّہ کو بھی مِلتی ہے۔ اور مُلک و قوم کے لئے نشئی کارآمد شخص بننے کی بجائے ایک بوجھ اور عذاب بن کے رہ جاتا ہے۔

تیسرا مصرعہ سماج میں اُن بدفطرت لوگوں کے بارے میں نشاندہی کرتا ہے جو شہوت باز ہیں۔ جِن کو ہر وقت شہوت پوری کرنے کی چِنتا ہوتی ہے جِن کی آنکھوں، جِن کے دماغوں اور خیالوں میں ہر وقت شہوت سوار رہتی ہے۔ وہ جائز وناجائز میں فرق نہیں کر پاتے۔ شہوت و نفس کے پُجاری خوشی ہو یا غم، اپنے ہوں یا بیگانے، کالج ہو یا مدرسہ، دفتر ہو یا بازار ہر جگہ اپنے گند کھلارنے سے باز نہیں رہتے۔

کسی بھی سماج میں ان تین گروہوں کا وجود اُس سماج کی تباہی و بربادی کے لئے کافی ہے۔ ان گروہوں کی پرورش میں پورے کا پورے سماج

شامل ہوتا ہے۔ سماج کے ہر فرد کا یہ فرضِ اولین ہے کہ وہ اچھی اقدار کو فروغ دے، اور اچھے کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے۔

چوتھے مصرعے میں حضرت شاہ حسینؒ نے ان تین بدفطرت اور بدخو لوگوں کے مقابلے میں اُن نیک فطرت لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ہر وقت خوفِ خدا میں ڈوبے رہتے ہیں۔ جن کا اس بات پر پورا پورا یقین ہے کہ کوئی ہستی اُن کو دیکھ رہی ہے۔ وہ اکیلے میں ہوں، یا ہجوم میں، روشنی میں ہوں یا اندھیرے میں وہ سائیں (مالک وخالق) کے وجود کو مانتے ہوئے کسی قسم کی بداعمالی کا دِل میں تصور بھی نہیں لا سکتے۔ شاہ حسین مادھولال اپنے آپ کو ان بھلے مانس لوگوں میں شمار کرتے ہیں جن میں حضرت پیرا شاہ غازیؒ اورحضرت میاں محمد بخشؒ جیسی روحانی ہستیاں بھی شامل ہیں۔۔

اگر سماج کی راکھی کرنے والے دانشور، حکمران، علماء، اساتذہ، جج صاحبان اور قبیلوں قوموں خاندانوں کے وَڈ وَڈیرے نیک نیت نہ ہوں تو معاشرہ تنزلی کا شکار ہو کے رہ جاتا ہے۔ سماج کی تعمیر میں ہر باشعور شخص کو نیک نیتی کے ساتھ اپنا حصہ ڈالنا ہوتا ہے تب جا کر کہیں کوئی مثبت تبدیلی آتی ہے۔

س: میاں صاحبؒ نے شعروں کو توڑ موڑ کر پڑھنے والوں سے کن الفاظ میں گذارش کی ہے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

جیونکر بیٹے تُساں پیارے تیویں بیت اسانوں
بیٹے نوں کوئی اُنگل لائے لگدے بیت اسانوں

اس شعر میں میاں صاحبؒ نے قارئین سے گذارش کی ہے کہ جس طرح بیٹے آپ کو پیارے ہیں بلکہ اسی طرح اشعار مجھے پیارے ہیں۔ میاں صاحبؒ نے ساری عمر مجرد کی زندگی گذاری یعنی شادی نہیں کی۔ اپنے شعروں کو ہی اولاد کی طرح سمجھا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح آپ کے بیٹوں کو کوئی شخص انگلی لگائے یا مارے تو آپ کو تکلیف پہنچتی ہے بعینہ جب کوئی میرے اشعار کو توڑ موڑ کر پڑھتا ہے تو مجھے بھی اس بات سے شدید دُکھ ہوتا ہے۔ میاں صاحبؒ ہم سب سے مخاطب ہیں کہ ہمیں آپؒ کے اشعار کو ٹھیک ٹھیک پڑھنا اور لکھنا چاہیے۔

س: میاں محمد بخشؒ نے سیف الملوک اور بدیع الجمال کے اس قصے کی اہمیت کو اپنے ایک شعر میں نہایت ہی سے خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔ وہ شعر کونسا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ کا وہ شعر جس میں ہے اس قصہ کو پڑھنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے وہ اس طرح ہے۔

جِس دِل اندر ہووے بھائی اِک رَتی چنگاری
ایہہ قِصّہ پڑھ بھانبڑ بن دا نال ربّے دے یاری

اس شعر میں سیف الملوک و بدیع الجمال کے قصے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے میاں صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی اس قصہ کو توجہ سے پڑھے گا پڑھنے کے دوران دھیان اور گیان رکھے گا اگر اس شخص کے وجود میں یعنی دِل میں رتی برابر یعنی معمولی سی، چھوٹی سی بھی چنگاری ہو گی تو وہ قصہ پڑھنے کے بعد یہ چنگاری بھانبڑ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس قصے میں وہ کچھ ہے جس کا عام آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ قِصہ پڑھنے سے پہلے اور پڑھنے کے بعد کی کیفیت میں واضح فرق ہوتا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

Sparkless soul can neither understand the mystry of this story nor can love God. He or She can just pass the life as

animals pass their lives, eat and dispose or stand and sit. Spark must be there to understand the purpose of life.

س: ایسی عبادت جو عشق سے خالی ہو اُس کے بارے میں میاں صاحبؒ نے کیا فرمایا ہے؟

ج: جے لکھ زہد عبادت کریئے بِن عشقوں کِس کاری
جاں جاں عشق نہ ساڑے تینوں تاں تاں نِبھے نہ یاری

عشق کے بغیر زہد و عبادت کِس کام کی۔ ربّ کے ساتھ عشق اور پھر اُس عشق میں وقت کے ساتھ ساتھ اگر شِدّت نہ آئے تو عشق اپنی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔ عشقِ حقیقی کی مثال بھی ایسے ہے جیسے خام سونے کو خالص بنانے کے لئے پہلے تیزابی عمل سے گذارتے ہیں تیزاب دیگر دھاتوں کو کھا جاتا ہے جبکہ سونا ذروں کی شکل اختیار کر لیتا ہے جسے بعد ازاں شدید آگ کی بھٹّی سے گذار کر ہی کندن بنایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر تن من دھن کی ٹھیک طرح صفائی نہ ہو اور اس سے بروقت مَیل الگ نہ کی جائے، دِل میں حرص و ہوس، حسد و نفرت و بُغض نے ڈیرے ڈالے ہوں تو پھر ایسے میں جسم کے محض کچھ حصوں کی صفائی کر کے کی گئی زُہد و عبادت کا کیا فائدہ؟

صراف کہتے ہیں کہ اگر سونے کو اچھی طرح ہتھوڑے کی ضربوں سے کوٹا نہ جائے تو وہ کچا رہ جاتا ہے یعنی ٹوٹ جاتا ہے۔ سونے کو سان پر رکھ کر ہتھوڑی کے ساتھ اچھی طرح کُوٹنے سے ہی زیور اپنی صحیح شکل پکڑتا ہے۔ اسی طرح عشق میں بھی مسلسل قربانی، رگڑے اور تپسیا کی ضرورت ہوتی ہے۔

س: میاں محمد بخشؒ نے ربّ کی شانِ بے نیازی کو کِن الفاظ میں بیان کیا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

بادشہاں تھِیں بھِیک منگاوے، تخت بہاوے گھاہی
کُجھ پرواہ نہیں گھر اُس دے دائم بے پرواہی

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی یہ ہے کہ اگر چاہے تو بادشاہوں کے ہاتھ کشکول تھما دے اور بھیک مانگنے پر مجبور کردے اور اگر چاہے تو گھاس کاٹنے والے کے سَر پر تاجِ شاہی سجا دے۔ اس کو کِسی کا خوف ہے نہ لالچ۔

(اور اللہ والوں کا شیوہ بھی یہی ہوتا ہے کہ اُن کو نہ ہی تو کسی سے خوف ہوتا ہے اور نہ کِسی سے کوئی لالچ)

س: میاں محمد بخشؒ نے رزق کی تقسیم پر کیا شعر ارشاد فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحب نے رزق کے حوالے سے کئی اشعار کہے ہیں۔ درجہ ذیل شعر حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

جو جو رزق کِسے دا کیتوس، لِکھیا کدے نہ ٹالے
لکھ کروڑ تکے بُریایاں پھِر بھی اُوویں پالے

اللہ تعالیٰ نے جس کا جتنا جتنا رزق مقرر کیا ہے، جو جو خوراک کِسی کے مقدر میں لِکھی ہے وہ اُس کو ہر صورت میں مِلے گی۔ لاکھوں کروڑوں برائیاں ہم کریں، وہ ہماری ایک ایک حرکت کو نوٹ کرتا ہے اور ہمارے ان کرتوتوں کے باوجود رزق کے وسیلے بند نہیں کرتا۔

(خالقِ کائنات نے قرآن میں رزقِ حلال کمانے اور کھانے کی شرط رکھی ہے اور صالح اعمال کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ دونوں فعل انجام دینے کے بعد اگر عبادت (پُوجا پاٹ) کی جائے گی تو وہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوگی۔)

میاں صاحبؒ اللہ تعالیٰ کی حمد لِکھتے ہوئے اُس کے رزاق ہونے کی

خصوصیات بیان فرماتے ہیں:

واہ واہ صاحب بخشنہارا تک تک ایڈ گناہاں
عزت رزق نہ کھسّے ساڈا دیندا پھیر پناہاں
کھانے پا بہائیوس چوکی ڈاہ زمیں دا پلّا
سجن دشمن چنگے مندے دیندا نہ دھرکلّا

اُس کی شانِ بے نیازی بھی عجب ہے کہ وہ ہمارے بڑے بڑے گناہ دیکھتا ہے لیکن نہ تو ہماری عزت میں فرق آنے دیتا ہے اور نہ ہی رزق چھینتا ہے۔ الٹا ہمیں پناہ دیتا ہے۔ ہمارے نیچے دھرتی بچھا کر ہمیں کھانے کا سامان فراہم کرتا ہے۔ دوست، دشمن، اچھے بُرے کو دھتکارتا نہیں۔

مثنوی سیف الملوک میں ایک جگہ جہاں شہزادہ سیف الملوک اپنی مائی صاحبہ سے اپنے اس سفر العشق کی جانب رواں ہونے کے لئے اجازت مانگتا ہے تو میاں صاحبؒ شہزادے کی زبان میں رزق کی اہمیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

دے اجازت مینوں مائے، ٹُراں سفرنوں جلدی
رہن نہیں ہن میرا ایتھے چھِک لگی اَن جل دِی
دانہ پانی ایس وطن تھیں سنبھ گیا ہن میرا
جس جس پاسے لکھیا ہوسی پیا کراسی پھیرا
کیتا چت اُداس عشق نے رزق مہار اُٹھائی
توڑوں آئی کون ہٹائے سُن توں میری مائی

ان جل: روٹی پانی، دانہ پانی، رزق   روٹی ٹکرلسی پانی   سنھھ گیا: ختم ہوگیا

چت: دِل توڑوں: ازل سے   آئی: تقدیر

ماں جی! مجھے اجازت دو تا کہ میں اپنے سفر کی جانب جلدی روانہ ہوسکوں۔ اب یہاں رہنا میرے بس میں نہیں کیوں کہ آب ودانہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

اپنے مُلک کی بابت شہزادہ کہنے لگا کہ اب یہاں سے میرا آب ودانہ اُٹھ گیا ہے یعنی رزق ختم ہوگیا ہے۔ اور اب یہ رزق جہاں جہاں لِکھا ہوگا وہاں وہاں کی سیر کروائے گا (چکر لگوائے گا)۔

ماں جی! عشق نے میرا دِل اُداس کیا ہے اور رزق نے مہار اُٹھائی ہے۔ روزِ اوّل سے میرے مقدر میں یہ ہی لِکھا ہے اب اسے کون مٹا سکتا ہے۔

انسان کو پرندوں کی طرح جہاں جہاں جو دانہ چُگنا ہوتا ہے پانی کا گھونٹ پینا ہوتا ہے وہ اس کے مقدر میں لِکھ دیا گیا ہے۔ یہ سب لِکھے کے کھیل ہیں۔

س: میاں صاحبؒ بے حال ہوکر پیرانِ پیر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو کن الفاظ میں پکارتے ہیں؟

ج: میاں صاحب فرماتے ہیں:

میں پاپی شرمندہ جھوٹھا بھریا نال گناہاں
ہِکو آس تساڈے در دِی نہ کوئی ہور پناہاں
میں انّھا تے تِلکن رستہ کیونکر رہے سنبھالا
دھکے دیون والے بُہتے تُوں ہتھ پکڑن والا

تِلک تِلک کے منہ سر بھریا گندی گلی گیا ہاں
تکدا لوک تماشے حضرت میں بےحال پیا ہاں
پاک نہیں ہتھ پکڑ اُٹھاندے بھریوس نال پلیتی
یا میراںؒ کےحال بندے دا جے تُدھ سار نہ لیتی

س: بندے میں تکبر و غرور اللہ کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے۔ ایک بال برابر بھی تکبر اللہ کو پسند نہیں۔ میاں صاحبؒ نے کبر و ہنکار کی نفی سیف الملوک میں کئی جگہ کی ہے۔ سیف الملوک کے شروع میں کئی اشعار اس سلسلہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ کوئی سے دو اشعار بیان کریں۔

ج: جُنبی دا ہِک وال دیہی دا غُسلوں رہے جے سُکّا
اوسے حال رہے گا جُنبی غُسل نہ جائز اُکّا
جے ہِک وال تیرے وِچ میاں اپنی آپ خودی دا
تاں بھی بہت نرگ نوں بالن اِکسے عیب بدی دا

(جس پر غُسل واجب ہو اور اگر غسل کرتے ہوئے اُس کے جسم کا ایک بال بھی خُشک رہ جائے تو اُس کا غُسل جائز نہیں ہو پاتا۔ اسی طرح جس شخص (مرد یا عورت) کے دِل کے اندر ایک بال برابر خودی یعنی میں یا تکبر کا عنصر پایا گیا تو یہ جہنم کی آگ کے لئے کافی ہو گا۔

سِندھی فوک کہانیوں کے مشہور کردار فقیرو تایو سے اس کی ماں نے یخ بستہ رات میں

ٹھٹھرتے ہوئے کہا: وتایو! تم اللہ کے بہت قریب ہو۔ آج رات بہت سخت سردی ہے۔ کیا تم خدا سے درخواست کر کے جہنم سے تھوڑی سی آگ نہیں مانگ سکتے تاکہ ہم غریب لوگ یہاں اپنے آپ کو گرم رکھ سکیں؟

فقیر وتایو نے ماں کو جواب دِیا: ماں جی! جہنم میں کوئی آگ واگ نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے حصے کے آگ وہاں لے کر آئے گا۔

(ہماری بدقسمتی ہے ہم زیبائش ونمائش، دکھاوے سے بھرپور زندگی گذارتے ہیں یا گذارنے کی خواہش رکھتے ہیں پھر دوسروں سے جلنے اور دوسروں کو جلانے (ساڑنے) جیسی مکروہ صفات کے مالک ہیں، اور ہم میں کچھ ایسے بھی شامل ہیں جو ان بُری خصلتوں کو رکھتے ہوئے نماز و روزہ کی پابندی بھی کرتے ہیں یعنی اللہ کے حضور کھڑے ہونے سے پہلے ہم یہ جاننے کی زحمت بالکل ہی گوارہ نہیں کرتے کہ ہمیں بڑائی، تکبر، غرور، دوسروں سے حسد کرنے، دوسروں کی غیبت کرنے، جھوٹ بولنے، دِل میں کینہ پالنے، رشوت کھانے، کام چوری کرنے، رزق حرام کمانے، خود حرام کھانے اور دوسروں کو رزقِ حرام کھلوانے جیسی بہت سی خطرناک موذی امراض لاحق ہیں جن سے نجات حاصل کیئے بغیر ہم لاعلمی یا کم علمی میں ان عبادات کی طرف خشوع وخضوع کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اللہ کے دربار میں سرخرو ہونے کا عزم پالتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے حصے کی آگ کا یہاں بندوبست کرنے میں مگن رہتے ہیں اور ہم بے خبر ہیں کہ ہم اپنے اعمال کی وجہ سے اللہ کے دربار میں پھٹکارے جائیں گے۔)

صد افسوس کہ غافل لوگوں کو اس بات کی خبر ہی نہیں کہ اللہ کے وَلی بھی ایسے شخص (مرد یا عورت) کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے جن کے اندر تکبر وغرور کا شائبہ تک ہو۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

وَلی اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں

جھڑا پاک غروروں خالی سو پُر کردے نُوروں

بھانڈا: برتن، مراد دِل   پاندے: دیتے، ڈالتے

س: کِس شعر میں میاں صاحبؒ نے بےعشقے بندے کو کُتے سے کم تر کہا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ کا یہ شعر بہت ہی مشہور ہے۔ آپؒ ارشاد فرماتے ہیں:

جِس دِل اندر عشق نہ رَچیا، کُتے اُس تھِیں چنگے
خاوند دے در راکھی کردے صابر بھُکھے ننگے

س: کامل عشق کے بارے میں میاں صاحبؒ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

کامل عشق خدایا بخشیں، غیر وَلّوں مُکھ موڑاں
ہِکو جاناں، ہِکو تکاں، ہِکو آکھاں لوڑاں

یا ربّ: مجھے کامل عشق عطا فرما۔ ایسا عشق کہ میں تیرے سِوا سب سے اپنا منہ موڑ لُوں۔ بس تمہیں ہی ایک جانو، تمہیں ہی دیکھوں اور تمہیں ہی ایک ہی بولوں اور تمہیں ہی ڈھونڈوں۔ تیرے سِوا اور کوئی دکھائی نہ دے۔ بس جدھر دیکھوں اُدھر تُو ہی تُو ہو۔

س: ایسے لوگ جن میں اخلاص کی کمی ہو، جن میں فہم و فراست نہ ہو۔ ایسے بےاخلاص اور جاہل لوگوں سے گفتگو کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے۔ سیف الملوک میں میاں صاحبؒ نے اس حوالے سے نہایت ہی خوبصورت اشعار کہے ہیں اُن میں سے چند ایک کو بیان کریں۔

ج: اس بارے حضرت میاں صاحبؒ کا یہ شعر تو بہت ہی مشہور ہے:

عاماں بےاخلاصاں اندر خاصاں دِی گل کرنی
مِٹھی کھیر پکا محمد، کُتیاں اگے دھرنی

عام لوگوں (جو بےاخلاص ہوں یعنی اخلاص سے خالی ہوں) میں خاص بندوں (اخلاص والے بندوں) کی باتیں کرنا، اُن کے راز بیان کرنا ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کھیر پکا کر کُتوں کے آگے ڈال دیں۔ کتوں کو میٹھی کھیر پکا کر کھلائیں اُن کو کیا خبر کہ اس کھیر کو پکانے میں کتنی محنت درکار ہے یا پھر یہ پاک چیز ہے اللہ کے نور یعنی دودھ سے بنائی گئی ہے۔وہ تو اس پاک چیز (کھیر) کو بھی ایسے ہی چاٹ جائیں گے جیسے کسی پلید اور ناپاک چیز کو زبان باہر نکال کر چاٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح بے اخلاص اور بےشعور لوگوں میں معرفت و راز و نیاز کی باتیں کرنا اُن کو ضائع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ وہ لوگ ان باتوں کی اہمیت سے آگاہ نہیں ہوتے اور نہ ہی اُن کے معنی و مطالب سے واقف ہوتے ہیں۔ ہوسکتا دانشمند کی کہی ہوئی بات کا وہ اُلٹ مطلب لے لیں اور دانشمند کو لینے کے دینے پڑ جائیں۔ ہمارے ہاں اکثر ایسے واقعات ہوتے ہیں۔جاہل بندے اور عورتیں تاڑ میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسی بات ہاتھ میں آئے اور دانشمند کی ساری دانش کو دانشمند سمیت تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔قصہ مرزا صاحباں میں ماں اپنے بیٹے مرزے کو جو اپنی منگ صاحباں کو لینے کے لئے اُس کے گاؤں جا رہا تھا کو روکتی ہے اور اسے نصیحت کرتے ہوئے کہتی ہے جہاں چوروں اور ٹھگوں کی اکثریت ہو وہاں کھری اور سچی بات کرنے سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے ورنہ وہ سب تمہارے خلاف ایک ہو جائیں گے:

چڑھدے مرزے خان نوں ماں مت دیندی کھڑی
یاراں چوراں وِچ بیٹھ کے نہ کریئے گل کھری

میاں صاحب کا ہی ایک اور شعر ہے جو اس خیال کی کچھ یوں وضاحت کرتا ہے۔

دانشمند پچھان کریندے عاماں سار نہ بھائی
لکڑ ہارے لین بازاروں جو سستی مٹھیائی

دانشمند (men of vision) پہچان کرتے ہیں، نیک و بد، اچھے بُرے، پاک پلید، حلال حرام کی تمیز رکھتے ہیں۔ جبکہ عام لوگ جو روٹی روزی اور جبلتی خواہشات کے چکر میں پھنسے ہوتے ہیں اُن میں نہ تو اتنی سمجھ ہوتی ہے اور نہ ہی اُن کو ان معاملات سے کوئی دِلچسپی ہوتی ہے۔لکڑ ہارے (لکڑیاں کاٹنے والے) کو بازار سے جس قسم کی مٹھائی مِلے وہ لے کر اپنے پیٹ کا دوزخ بھر لیتے ہیں۔ اس مٹھائی کے عناصرِ ترکیبی کیا ہیں؟ یہ مٹھائی کب بنی؟ اس پر دھول مٹی پڑا تھا یا مکھیاں اس پر بیٹھی تھیں یا نہیں۔ عام لوگوں کی اکثریت ان باتوں سے لاتعلق ہوتی ہے وہ جیسے ہی کوئی میٹھی شے دیکھتے ہیں اور اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

میاں صاحبؒ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

اُس صورت وِچ سیرت پاوے اہلِ بصیرت تکدے
انّھے لوگ اسمتر بھائی قدر پچھان نہ سکدے

اہل بصیرت: اکھاں والے، بصارت والے   اسمتر: ہماتڑ، ہم جیسے، مِتر، بھائی

میاں صاحبؒ مثنوی سیف الملوک کے شروع میں اللہ تعالی کی حمد والے حصہ میں خالقِ کائنات کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی ذات کو پہچاننے کے لئے انسانی تخلیق پر ہی غور و فکر کر لیا جائے تو کافی ہے۔وہ پانی کے ایک ناپاک قطرے سے کس طرح صورت بناتا ہے اور پھر کس طرح اس صورت میں سیرت کی صفات داخل کرتا ہے اس کو اہلِ بصیرت یعنی آنکھوں والے ہی پہچان سکتے ہیں۔ہم جیسے اندھے لوگ جن کی بظاہر آنکھیں تو ہیں لیکن اندھے ہیں یعنی ہماری آنکھیں بےبصیرت ہیں۔ہم محدود عقل و عِلم رکھنے والے لوگ اللہ تعالی

کی ان حکمتوں کی قدر کو کہاں پہچان سکتے ہیں۔

میاں صاحب ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

کچ وِی منکا لعل وِی منکا اکو رنگ دوہاں دا
جد صرافاں اگے جاون فرق ہزار کوہاں دا

کچ یعنی شیشہ بھی منکا ہے اور لعل بھی منکا۔ ان دونوں کا رنگ ایک ہی ہے۔ عام شخص کو ان میں فرق نہیں دکھائی نہیں دیتا۔ صراف جن کو فرق کرنے کی مہارت اور فہم ہوتاہے وہ ہی ان میں فرق کرسکتے ہیں۔ عام شخص کو کانچ سے تشبیہ دِی گئی ہے۔ اور خاص شخص یعنی اللہ والے کو لعل سے تشبیہ دِی گئی ہے۔ یہ دونوں بظاہر ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن ان میں فرق بہت ہی زیادہ ہوتاہے۔ اللہ والے ہر لحہ اللہ کے ذکر اور اللہ سے تعلق میں بندھے رہتے ہیں۔ وہ ایک لحہ کے لئے بھی رب سے اپنا تعلق نہیں توڑتے۔ اب ایسے میں اُن سے کسی طرح کی غلط بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی یا ظلم کریں گے، کسی کو دھوکہ دیں گے یا کسی کا راستہ روکیں گے، یا کسی کی زمین جائیداد پر قبضہ کریں گے۔ وہ ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں اسی لئے وہ لعل ہیں، خاص الخاص ہیں جبکہ عام آدمی جو بظاہر کلمہ گو ہوتاہے، اس کا نام بھی مُسلمانوں جیسا ہوتا ہے لیکن اس کے کرتوت اللہ کے منکر اور شیطان جیسے ہوتے ہیں۔

Prof. S. G. Mudgel has rightly said: "A mystic alone can appreciate another Mystic properly."

س: میاں صاحبؒ نے نیچ فطرت لوگوں سے دُور رہنے کے لئے کون سا شعر کہا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ کا یہ شعر ضرب المثل بن کر زبان زدِ عام ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

نیچاں دِی اشنائی وِچوں پھَل کِسے نہ پایا
کِکر تے انگور چڑھایا ہر گُچھا زخمایا

نیچاں دِی اشنائی: بے اخلاص، متکبر، حریص، لالچی، حاسد لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔ ان گھٹیا، لالچی، حاسد لوگوں سے تعلقات رکھنا جو حلال وحرام، اور اچھے بُرے کی تمیز نہیں رکھتے وہ بھی تو نیچ ہی کہلاتے ہیں۔

میاں محمد بخشؒ کسی قسم کی اونچ نیچ کے قائل نہیں تھے۔ صوفی انسانوں میں تفریق کے قائل نہیں ہوا کرتے۔ اُن کو اس بات کا اچھی طرح عِلم ہوتا ہے کہ یہ دنیاوی اونچ نیچ، مرتبہ، شان و دولت نہایت ہی عارضی بتانِ وہم وگمان ہیں۔ اصل شے بندے کی سب سے قیمتی دولت اس کا کردار ہوتا ہے۔ وہ ایسے شخص کو نیچ گردانتے ہیں جو گھٹیا سوچ رکھنے والا اور اعلٰی روحانی اقدار سے ناواقف ہو۔

میاں محمد بخشؒ اس شعر کے پہلے مصرعے میں بیان فرماتے ہیں کہ نیچ لوگوں جن کی فطرت میں کمینہ پن، ذلالت، لالچ، حسد، دوسروں کے عیب جوئی کرنا کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ایسے لوگوں کی قربت سے بھلے مانس شخص کو اس کے بال بچوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ان سے تعلق رکھنا ایسے ہی ہے جیسے کِکر (ببول) کے کانٹوں سے بھرے درخت پر انگوروں کی بیل چڑھا دِی جائے۔ انگور نرم و نازک طبع کا پھل ہے اگر اس کے گُچھوں کو کانٹوں کی قربت دیں گے تو وہ ان کانٹوں کی نوکیلے سِروں کے آگے بے بس ہو کر زخموں سے چُور چور ہو جائیں گے۔ اسی طرح ایسا شخص (مرد یا عورت، امیر یا غریب، افسر یا ماتحت، مُلاں پیر، مرید، عام یا خاص، مذھبی غیر مذھبی) جس کی احترامِ آدمیت کی بنیادوں پر اخلاقی تربیت نہ کی گئی ہو اور وہ اپنی فطرت

میں کانٹوں کا ذخیرہ کیے ہوئے ہے تو جو بھی اُس کے قریب آئے گا نیچ شخص اپنی کانٹا فطرت کے باعث اُس کو لہولہان کر دے گا۔

ہمیں سب کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہم انسانیت کے لئے کانٹا تو نہیں بن کر رہ گئے؟ آج شاید اسی کنڈیالی فطرت (thorny nature) کی وجہ سے دنیا ہمیں دھتکار رہی ہے۔ ہمیں اپنے نیچ اور گھٹیا رویوں کو مثبت اور تہذیب یافتہ رویوں میں بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان اولیائے اللہ کی اخلاق بھری باتیں ہمیں سیدھے راستے پر ڈالتی ہیں۔ اور بلاتفریق مذہب، قوم اور ملک کے سب کا احترام سکھاتی ہیں۔ اس میں رتی بھر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ تعلیم و تربیت کے بغیر دنیا کی کوئی قوم تہذیب یافتہ کہلا ہی نہیں سکتی۔ ہمارے ہاں بگاڑ کی سب سے بڑی وجہ جہالت اور جہالت پر فخر کرنا ہے۔ کاش کہ ہم اپنے وسائل کا رُخ عوام الناس کی تعلیم و تربیت کی جانب موڑ دیں۔

پنجابی زبان جس کو مرکز اور پنجاب کی نیچ فطرت سرکاروں نے کھُڈے لائن لگا رکھا ہے اس میں تیس ہزار سے زائد اکھان ہیں۔ اسی عظیم زبان کا ایک اکھان ہے کہ: چولاں (چبلاں، نیچ لوکاں) دی جنج نہیں جائی دا۔ ایسے اکھان نوں کھلار دیو تاں اسیں ایہ وِی آکھ سکدے ہاں کہ چبلاں دے علاقے وِچ ڈیرہ نہیں لائی دا۔ چبلاں نال رشتہ داری نہیں گنڈی دِی۔ چبلاں دے نال یاری نہیں لائی دِی۔ چبلاں توں بچ کے رہی دا اے۔ ایہناں نال تعلق رکھن نال فیدے دِی بجائے الٹا نقصان ہوندا اے اور نقصان بھی بھیانک قسم کا، جس کی قیمت ادا کرنا کسی شریف آدمی کے بس کی بات نہیں۔

س: بیٹیوں کو بیاہنے کے حوالے سے میاں صاحبؒ کیا فرماتے ہیں؟

ج: میاں صاحب فرماتے ہیں:

نِیّت نال دِتا ہُن ناتا، مُڑساں نہیں ایمانوں

پر بیٹی دے دُور وِنجن دا آوے ترس اسانوں
سرو بانو فرمایا مُڑ کے اس گلوں کے جُھرنا
دھیاں دھن نمانا ایہناں جدھر ٹورو ٹُرنا

ماں کہتی ہے کہ بیٹی کا رشتہ نیت کے ساتھ دیا ہے اب اس پر قائم رہنا ہے۔ ماں باپ کو بیٹیوں کے دُور جانے پر ترس آتا ہے۔ سرو بانو ایک ماں ہونے کے ناطے کہنے لگی کہ اب اس بات پر کیا افسوس یا گلہ کرنا۔ بیٹیاں تو دھن پرایا ہوتی ہیں۔ ان پر کیا مان کرنا۔ ان کا جہاں رشتہ ناطہ کر کے بھیجو یہ چلی جاتی ہیں۔

(بیٹی کا گھر صحیح معنوں میں تب ہی بستا ہے جب وہ بابل کا گھر چھوڑنے کے بعد اپنے نئے گھر پر توجہ دیتی ہے اور نئے گھر میں پہنچ کر سب کا خیال رکھتی ہے۔)

س: میاں صاحب کے الفاظ میں بیٹی ماں باپ سے جدائی پر کیا کہتی ہے؟

ج: میں اُڈار تیری تھیں ترٹی روساں وانگ کُلنگاں
لِکھی سی تقدیر محمدؒ پیا وچھوڑا سنگاں

بیٹی کہتی ہے کہ میں تمہاری ڈار سے جدا ہوئی ہوں اور اب کونجوں کی طرح روؤں گی۔ او محمد بخشؒ! ساتھیوں (گھر والوں) سے بچھڑنا تقدیر میں لکھا تھا۔ تقدیر سے مراد system of God ہے۔ اس نظامِ قدرت کے راہ میں روڑے نہیں اٹکانے چاہییں۔ بلکہ قدرت کے بتائے راستوں پر چلنا چاہیے۔

س: میاں صاحبؒ نے ہمت و جرات کے حوالہ سے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ج: قصہ سیف الملوک جس کا اصل نام قصہ سفر العشق ہے۔ ہمت و جرات کی داستان ہے۔ شہزادہ سیف الملوک اپنے وطن مصر سے روانہ ہوتا ہے اور شارستان کی پری بدیع الجمال کو حاصل کرنے کے لئے پے در پے مشکلات اور مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ شہزادہ عزم و ہمت و جرات کا ایک بے مثال کردار ہے جو پورے قصہ میں چھایا ہوا ہے۔ شہزادے کی مردانگی، بہادری، جرات اور برداشت کو میاں محمد بخشؒ نے جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔ ان اشعار کو پڑھ کر کم ہمت، کم حوصلہ اور کمزور لوگ اپنے اندر طاقت اور استقامت پکڑ سکتے ہیں۔ آئیں کچھ اشعار کا تجزیہ کرتے ہیں:

س: میاں صاحبؒ ربّ العالمین کو اپنی بخشش کے لئے کیسے متوجہ کرتے ہیں؟

ج: خالقِ کائنات کی رحمت کے حصول کے لئے میاں محمد بخشؒ نے اس مثنوی میں کئی جگہ دعائیہ اشعار کہے ہیں۔ بعض جگہ تو ایسے شاندار تسلسل کے ساتھ شعر بیان فرمائے ہیں کہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ آپؒ کا ربِّ ذوالجلال کے ساتھ عشق انتہا کی حدوں کو پہنچا ہوا تھا۔

تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کجھ سُجھدا
جِس دِیوے نوں آپوں بالیں کد کِسے تھیں بُجھدا

س: اللہ کے خاص بندوں کو جو رَبّ نے خصوصی قوت سے نوازا ہے میاں صاحبؒ نے ان خاص بندوں کا ذکر کس طرح ارشاد فرمایا ہے؟

ج: کتاب سیف الملوک میں کئی جگہ ایسے اشعار ہیں جِن میں مردانِ خدا یعنی اللہ تعالٰی کے خاص بندوں کی طاقت کے جھلکارے دکھائی دیتے ہیں۔ درجہ ذیل اشعار میں میاں صاحبؒ نے اللہ کے ولیوں کی اس خاص طاقت کو نہایت خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے:

سچے مرد صفائی والے، جے کُجھ کہن زبانوں
مولٰی پاک منیندا اوہو پکّی خبر اسانوں
ہمت مرداں دِی ہر جائی کردی کم ہزاراں
پھُلاں بھوراں شمع پتنگاں یار ملائے یاراں
ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مرد دُعا کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی
قلم ربانی ہتھ وَلی دے لکھے جو مَن بھاوے
مردے نوں ربّ قوت بخشی لِکھے لیکھ مٹاوے
مرد اُونیندے مرد تنیندے کردے مرد لویراں
سِیون مرد پوشاک بناون شاد کرن دلگیراں
مرداں دے ہتھ کارج سارے آپ خداوند سَٹے
دنیا باغ وَلی وِچ مالی بُوٹے لاوے پَٹے 3046

س: سیف الملوک میں قلعہ روہتاس کا ذِکر کس شعر میں ہے؟

ج: یہ شعر شہزادہ سیف الملوک کا اسفندباش نامی قِلعے کے حوالے سے ہے

جہاں میاں صاحب اس قلعے کی اونچائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلعہ بلند حسابوں باہر نظر پیا ہک پاسے
ہِک ہِک بُرج اوہدے دا ایرا سارا کم رُہتاسے

(شہزادے کو ایک طرف ایک بہت ہی بلند قلعہ نظر آیا۔ اس کی بلندی حساب سے باہر تھی۔ اس قلعے کا ایک ایک گنبد پورے قلعہ رہتاس کے برابر تھا۔(قلعہ رہتاس دینہ (ضِلع جہلم) سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ قلعہ افغانی حملہ آور شیر شاہ سوری نے بنوایا تھا۔

س: میاں صاحبؒ نے مثنوی سیف الملوک میں کن لوک داستانوں کے کرداروں کا ذکر کیا ہے؟

ج: یہ قصہ مصری شہزادے سیف الملوک اور شارستان کی پری بدیع الجمال کی لازوال محبت کی داستان ہے. ان دونوں کے رومانس کا ذکر کرتے ہوئے میاں صاحبؒ نے عرب وفارس کی داستانوں اور اپنے ہاں کی مشہور رومانوی داستانوں کے کرداروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان لوک داستانوں کے نام یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، ہیر رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہینوال، پورن بھگت اور لونا، کام کنور اور کام لتا، گوپی چند وغیرہ وغیرہ ہیں۔

س: میاں محمد بخشؒ نے کن چار مخلوقوں کا ذکر سیف الملوک میں بیان فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ نے شہزادہ سیف الملوک کے حسن وجمال کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

روپ انوپ بھرے رُخسارے جیوں گل وقت بہاراں

نوری ناری خاکی بادی تک تک ڈھہن ہزاراں

شہزادے کے رُخسار اتنے بے نظیر حسین تھے جیسے گلاب کے پھول وقتِ بہار میں ہوتے ہیں۔ اس کے حُسن کو دیکھ کر چاروں مخلوقات (نوری، ناری، خاکی اور ہوائی یا پرچھاویں) اس پر فدا ہو ہو جاتی ہیں۔

س: میاں محمد بخشؒ نے بھلے انسان کی شان کن الفاظ میں بیان فرمائی ہے؟

ج: شان انسان جوان بھلے دا مَلکاں نالوں اگے
چھیڑ نہیں ایہہ گل محمد مَت کوئی جھگڑا لگے
مَلک عبادت خاصی اندر دائم رہن کھلوتے
پر عشقے دِی لہرے اندر مار نہ سکدے غوطے

میاں صاحبؒ نے درج بالا اشعار میں ایسے انسان کی شان کو بیان فرمایا ہے جو بھلا جوان ہے یعنی ایسا مردِ حقانی جو باطنی اور ظاہری پاکی رکھنے والا ہو تو اس کا مقام نُوری مخلوق ملائکہ یعنی فرشتوں سے بھی اوپر ہے۔ پھر میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس پر مزید بات کرنا جھگڑے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ دوسرے شعر میں آپؒ نے اس مردِ حقانی کو سچا عاشق کہا ہے اور بتایا ہے کہ بیشک ملائکہ ہمیش یعنی ہر وقت اپنی مخصوص عبادت میں کھڑے رہتے ہیں لیکن اس لازوال زہد کے باوجود اُن میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ بحرِ عشق میں غوطہ زن ہوسکیں۔ عشق کی لہروں میں ڈبکی لگانا کسی بھلے مرد کا ہی خاصہ ہے۔ ملائکہ جو کہ ہر دَم عبادت میں مصروف رہتے ہیں اس اعزاز سے محروم ہیں۔

میاں صاحبؒ کا جو بھلے مرد یا مردِ مومن یا مردِ قلندر کا جو تصور ہے اس کا عملی

نمونہ شہزادہ سیف الملوک ہے۔جو کہ عاشق صادق ہے۔جس کی صفات بیان کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں:

ایسا صدق محبت والا   صاحب درد الم دا
عالی ہمت مرد وفائی   گھٹ زِمیں پر جمدا
دھن بابل توں بیٹا جس دا   دُنیا اندر نادر
عاشق صادق عالم مُتقی   سُگھڑ دلیر بہادر

پہلا شعر کتاب سیف الملوک کے اس حصہ سے ہے جہاں ملکہ خاتوں شہزادہ سیف الملوک کی تعریف کرتی ہے کہ وہ ایسا سچا اور صدق والا شخص ہے جو انتہائی دردمند اور دُکھی بھی ہے لیکن ایسا اعلیٰ پائے کا بہادر ہے جو کم ہی زمیں پر کسی ماں نے جنا ہوگا۔

اس باپ کی عظمت کے کیا کہنے جس کا دنیا میں سیف الملوک جیسا بے مثال بیٹا ہے جو کہ سچا عاشق،عالم،مُتقی،ذہین،دلیر اور بہادر ہے۔

انسانی زندگی میں کردارسازی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ بچے کے کردار و اخلاق کو اگر سنوارا نہ جائے تو وہ بڑا ہوکر معاشرے کے لئے عذاب بنتا ہے۔ اور اس کے کرتوتوں کی سزا اس کے علاوہ اس کے ماں باپ کو بھی بھگتنا ہو گی۔ اس کی بدبختیوں کا نشانہ بننے والوں کی لعن طعن اس بدبخت کو جنم دینے والوں پر بھی پڑتی رہے گی۔

A child tells in the street what its father and mother say at home.
The Talmud

Weakness of character is the only defect which cannot be amended.
duc Francois

س: میاں صاحبؒ نے باپ کی اہمیت کو کس طرح بیان فرمایا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ نے مثنوی سیف الملوک میں باپ کی اہمیت کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔آپؒ نے درجہ ذیل شعر میں باپ کے مقام و مرتبے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اے بابل تُوں قِبلہ کعبہ   دِل تے جان میری دا
دائم اِسم شریف تُساڈا   وِرد زبان میری دا

س: مثنوی سیف الملوک میں شہزادہ مشکلات میں گِھر جاتا ہے تو پھر اُس کو صبر کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔میاں صاحبؒ نے صبر کے بارے میں کیا اشعار فرمائے ہیں؟

ج: میاں صاحبؒ نے کئی جگہ صبر کے بارے میں اشعار ارشاد فرمائے ہیں:

یا مرساں یا ترساں کدھرے   کرساں سر قربانی
یا میلو یا ٹورو ملکہ   جاندی مفت جوانی
ملکہ خاتوں آکھ سناندی   منت کرے پھڑ پَیراں
کہندی کرو تحمل بھائی   جِیوں دِھیراں تیوں خیراں
کیتوئی صبر تحمل اَگے   چوداں برس لمیرے
ہور ہِن چودہ دن کر جگرا   آئے بھلے دِن تیرے

صبر پیالہ زہر نوالہ اول مشکل بھارا
اوڑک نفع اجیہا کردا جیوں تریاق پیارا

اوڑک: بالآخر اجیہا: ایسا جیوں: جیسے تریاق: زہر کو ختم کرنے والی دوا

شہزادہ سیف الملوک نے جب اپنا سفر شروع کیا تو صبر وجرات ،استقامت وہمت سے کام لیتے ہوئے پری بدیع الجمال کی کھوج میں نکلا۔ سیف الملوک کے اس سفر جو اصل میں سفر العشق تھا کی راہ میں پہاڑ، کھائیاں، جنگل، بیلے، سمندر، جزیرے کئی مُلک آئے ان سب سے گذرتے گذرتے وہ بالآخر بدیع الجمال کو جاننے والی ملکہ خاتوں کے مُلک پہنچا۔ بلکہ ملکہ خاتوں کو اللہ تعالی نے بدیع الجمال سے ملاپ کا وسیلہ بنایا۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کے ذریعہ ہی اپنے پیاروں کے کام نکلواتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنا دِل صاف کر کے، حرص وہوس کو قابو کر کے اللہ تعالی سے مدد مانگتا ہے تو خدا خود ایسے بندوں کی ڈیوٹی لگاتا ہے کہ اس کام کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ آنے پائے۔ پری بدیع الجمال سے شہزادے کی ملاقات وملاپ امر تھا لیکن اس کے لئے وقت تعین تھا اور وسیلہ ملکہ خاتوں نے بننا تھا۔ ملکہ خاتوں کو دیو کی قید سے آزاد کروانے کے لئے دیو بہرام کی موت شہزادے کے ہاتھوں ہونا تھی۔ اور ملکہ خاتوں کو آزاد کروا کر اس کو سراندیپ پہنچانا اور پری سے ملنے کی آس اور اپنی قلبی، جسمانی، روحانی، ذہنی طہارت رکھنا آسان کام نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے زہر کا نوالہ منہ میں ڈالا جائے جو کہ خاصا مشکل کام ہے۔ لیکن صبر کمال کی شے ہے یہ بالآخر ایسا نفع پہنچاتا ہے جیسے تریاق۔ بے صبری میں بندہ اپنے بنے بنائے کام بگاڑ لیتا ہے۔ بے صبری میں اچھے بھلے تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں۔ صبر نہ کرنے کی وجہ سے بہت سی جاہل اور متکبر عورتیں اپنے گھر اُجاڑ لیتی ہیں۔ بے صبری مرد میں ہو یا عورت میں یہ درحقیقت اوچھا پن اور کمینگی کی علامت ہے۔ بے صبرا مرد یا عورت کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ بے صبرا انسان ٹارگٹ تک پہنچ نہیں پاتا بلکہ منزل کھو بیٹھتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی اور اس کے پیارے صبر

کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اسی قسم کے صبر کے حوالے سے میاں صاحبؒ کا ہی ایک اور شعر دعوتِ فکر دیتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

صبر کریں نا اُمید نہ ہوویں لیسیں اجر جنابوں
مِٹھے کم رحمانی ہوندے بہتر کار شتابوں

لیسیں: لو گے اُجر: صِلہ، جزا، انعام جنابوں: اللہ تعالی کی بارگاہ سے
مِٹھے: ارام سے کارشتابوں: جلد بازی کے کام

اللہ سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے، صبر کرنا چاہیے، صبر میں اجر ہے۔ اور اجر صرف خالقِ کائنات ہی کی ذات دے سکتی ہے۔ اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ جو کام آہستگی سے، سلیقے سے، سوجھ بوجھ سے، صبر سے کیے جائیں وہ جلدی بازی (کاہلی، اُتاول) سے کیے گئے کاموں سے بہتر ہوتے ہیں۔ ٹرکوں اور بسوں کے پیچھے ایک بڑا ہی بے رحم فقرہ پنجابی زبان میں لکھا ہوتا ہے: تیزی نہ کر، مَر وَیسیں، مطلب یہ ہے کہ تیزی کا انجام موت وغیرہ وغیرہ جبکہ یہ بات تو آپ نے اکثر پڑھی ہو گی کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

حدیثِ نبویﷺ ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔

انسانی جسم (بدن اور اس کے مُختلف اعضاء) اگر صبر کی کیفیت میں نہ ہوں تو وہ بندے کے لئے بہت سی مشکلات لے کر آتے ہیں۔ بے صبری سے ہوچھے پن اور کمینگی میں اضافہ ہوتا ہے اور بے صبری کی انتہا ہی وحشی پن ہے۔

س: میاں محمد بخشؒ نے ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ج: میاں محمد بخشؒ کامل وَلی تھے۔ ظاہری اور باطنی طہارت کے حوالہ سے آپؒ نے کئی اشعار بیان فرمائے ہیں۔ درجہ ذیل اشعار آپؒ کی عظیم کتاب مثنوی سیف الملوک میں سے لیے گئے ہیں:

ظاہر پاکی جُثّے جامے جے بندے نوں ہووے
ظاہر دے جِن بھوت نہ پوہندے جتھے جا کھلووے

میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر بندے کا ظاہر پاک ہو، لباس پاک ہو تو اُسے ظاہر کے جن بھُوت نہیں چمٹتے۔

یہاں ظاہری پاکی جثّے جامے سے مراد بندے کے لباس اور جسم کا پاک ہونا ہے۔ لباس قیمتی نہ بھی ہو تو خیر ہے لیکن صاف دُھلا ہوا ہونا چاہیے لیکن اس کے ساتھ بھی ایک شرط ہے کہ جو بھی لباس پہنا جائے وہ حلال کی کمائی سے بنا ہوا ہونا چاہیے۔ حرام کی کمائی سے بنا ہوا لباس ناپاک ہوگا، اسی طرح رزقِ حرام کمانے اور کھانے کھلانے والا شخص بھی جسم و لباس کی طہارت سے محروم ہوگا۔ ایسے میں جِسم اور لباس کی ناپاکی والے بندے (مرد یا عورت) کو جن بھوت ہی چمٹیں گے۔ یہ شخص جہاں بھی ہوگا اس کی طرف دیکھنے والوں کی آنکھیں غلاظت (حرص وہوس) سے بھری ہونگی۔ جن کے ذریعہ اس کی روح تک میل یعنی گند پہنچے گا اور وہاں تہ در تہ غلاظت جمع ہوتی جائے گی۔ یہ اس بندے نے رزقِ حرام کما کر اور کھا کر اور اپنے اہلِ خانہ کو کھلا کر اس ناپاکی کو خود ہی دعوت دِی ہے۔ اگر ظاہری طہارت ہوتی تو وہ اور اس کا اہل وعیال ان غلاظتوں سے بچے رہتے۔ تقویٰ کا لباس سب سے عمدہ لباس ہے۔ پاک لباس نہ صرف ڈھال بن کر ہر طرح کی آفات، جن بھوتوں سے آپ کا تحفظ کرتا ہے بلکہ یہ دوزخ کی آگ سے بھی بچاتا ہے۔

حدیثِ پاک ہے کہ حرام کا ایک بھی لقمہ کھانے سے چالیس روز تک عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اگر ہزاروں لقمے بلکہ ہر لقمہ ہی حرام کی کمائی (رشوت، چوری، زنا، جوئے، لاٹری، جیب کتری، ناجائز منافع خوری، نوسر بازی، داء مار کر کمائی گئی دولت وغیرہ) سے ہو تو ایسے میں اس بدبخت کی کونسی عبادت قبول ہوگی۔

باطن پاک ہووے جِس نیت اندر وِچ صفائی

وَیری دیو ابلیس لعینے پیش نہ جاندی کائی
دیواں تائیں قوت بوہتی کتنے آسن کردے
پَل وِچ وِدھدے پَل وِچ گھٹدے چھپن وِچ نظر دے
پر اِک لیکھے آدم ڈاڈھا پتا تسانوں دیواں
ظاہر باطن پاکی ہووے، پیش نہیں پھر دیواں

میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو ایک بات واضح کر دوں کہ حضرتِ انسان ایک معاملے میں بہت طاقتور ہے، اگر وہ ظاہر و باطن میں صفائی رکھتا ہو تو پھر یہ دیو (جن بھُوت شیاطین) اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اندرونی و بیرونی طہارت حقیقت میں انسانیت کی معراج ہے۔ اور اس معراج تک پہنچنا ہی تو بندے کے سفرالعشق کی منزلِ مقصود ہے۔

قران میں واضح ارشادِ باری تعالی ہے کہ اخلاص والے بندے کو شیطان اپنا پورا ٹِل لگا کر بھی غلط راستے پر نہیں ڈال سکتا۔ اخلاص والا بندہ وہ ہی ہوتا ہے جو ظاہری اور باطنی طہارت کا خیال رکھتا ہو۔ کردار میں پختگی ایمان کی پہلی نشانی ہے۔

باطن کی صفائی کا طریقہءکار بھی میاں صاحب نے کمال خوب بتایا ہے۔

نال ریاضت کریں صفائی سان فکر دی گھس توں
مت خوشبو عشق دی کرسی طالب عہدالستوں

س: اللہ تعالی کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنے کے بارے میں میاں صاحبؒ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

ج: میاں محمد بخشؒ نے اﷲتعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنے کے بارے میں کئی جگہ بہت ہی عمدہ اشعار بیان فرمائے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

جو رَب کرسی سویو ہوسی ہور نہیں کجھ ہونا
کیتا کرم کریم تیرے تے مُکا پٹنا رونا

وہی ہوتا ہے جو منظورِخدا ہوتا ہے۔ اُس کی منظوری کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اس کریم و رحیم کے کرم کرنے سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

اوکھی گھاٹی مُشکل اندر تدھ بن کوئی نہ والی
آپ مسبب نال سبباں، غموں کریں خوشحالی

مشکل راہوں میں تیرے سواءاور کون ساتھ دیتا ہے۔ تیرے سواء اور کون ہے جو مسبب اسباب ہو، اور غموں سے نجات دِلائے۔

جے کوئی صبرکرے در تیرے جو دیویں سَر جھلے
اوڑک اس تے کرم کماویں ہو جاون سبھ بھلے

یا رب! جو کوئی جب بھی تیرے در پر صبر کرے اور تمہاری طرف سے آئے ہوئے امتحان کو برداشت کرے، بالآخر تُو اسی پر رحم کرتا ہےاوراس کے بگڑے کام بھی سنور جاتے ہیں۔

منگے باجھ دئیں مراداں بے انداز شماراں
جو احسان میرے پر کیتو دَم دَم شکر گزاراں 2947

سورۃ رحمٰن درجہ بالاشعرکی صحیح معنوں میں تشریح کرسکتی ہے۔ انسان اگرغورکرے تومحض اسی بات پر

پریشان ہوجائے کہ وہ ربّ کی کِس کِس بات پرشُکر ادا کرے۔مُفت میں زندگی،آنکھ کی بینائی، ناک،کان، زبان کاذائقہ، معدہ کاہاضمہ، ہاتھ پاؤں کااستعمال،چلنے پھرنے،اُٹھنے بیٹھنے،دراز ہونے کی ہمت طاقت جیسی بنیادی نعمتوں سے مالا مال ہوناہی شکر بجالانے کے لئے کافی ہے۔ بندے کی بچت شکراداکرنے،اپنے اندر عاجزی انکساری بندگی پیدا کرنے اور ہر حال میں راضی رہنے میں ہی ہے۔ دولت،رُتبے،طاقت،جائیداد،خوبصورت عورتوں کے جلووں کی حرص و ہوس بندے کی روح کوجتنا غلیظ اورمکروح بناتی ہےاتنی کوئی اور شےنہیں۔ خواہشات کوبڑھاچڑھا کران کاسمندر بنایاجاتاہے پھر اس میں غرق ہوکر اس زندگی برائے بندگی کوزندگی برائے گندگی میں تبدیل کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ باباجی فریدشکرگنجؒ فرماتے ہیں

رُکھی سُکی کھائی کے ٹھنڈا پانی پی
فریدا! ویکھ پرائی چوپڑی نہ ترساویں جی

رُکھی سُکی پر زیادہ خرچ نہیں آتا۔ پیٹ کا دوزخ بھر جاتا ہے۔ محنت کرکےتھوڑی روٹی کھالینا ہزار درجہ بہتر ہے کہ دوسروں کی چوپڑی کو دیکھ کر اپنے اندر حرص اور ہوس پیدا کی جائے۔ ایسا شخص ذلیل وخوارہوتاہے۔ اگر دوسروں کی چوپڑی یعنی عیاشیوں بھری خوراک یا سٹائل کو دیکھ کر اپنے دِل کو ترساناروحانی بیماری ہےاس کاعلاج صبروشکرسے کیاجاسکتاہے۔سادگی اورغربت ہزار درجے بہترہےاس زندگی سےجس میں بندہ چوپڑی (Luxurious life) کے حصول کے لیے غلط کام کرے یا حرام کے ذرائع استعمال کرے۔ بہتر ہے کہ یہ غلاظت کھانے کی بجائے سادگی اپنائی جائے اور ربّ کی رضا میں شاکروصابر رہ کر اس خالق و مالک کی نظروں میں سرخرو ہوا جائے۔ اپنے روحانی وجود اور اس کے ارتقاء کی طرف دھیان کیا جائے اور جسمانی نشوونما رب پر توکل رکھ کر کی جائے۔ اس بات پرغورکیا جائے کہ کس

طرح ماں کے پیٹ میں بچے کو خوراک مِلتی ہے۔ اسی طرح کا توکل اس دنیا میں آ کر بھی رکھا جائے۔ یا پھر کِسی تگڑے بندے کی میت کو قبر میں اُتارے جانے کے منظر کو آنکھوں میں رکھا جائے۔ وہ شخص جو اپنی ہر بات منواتا تھا، دولت،عزت اور شہرت کی ہوس میں نہ جانے کیا کیا چالاکیاں،چوریاں، رشوت خوریاں اور ظلم کرتا تھا۔ آج وہ بےحِس وحرکت، ہر شے سے لا تعلق ایک مردہ لاش کے طور پر پڑا عام لوگوں اور مٹی کا محتاج ہے۔

اگر کسی کو اس کو بات کا معمولی سا بھی فہم و ادراک ہو تو بندہ محض بندگی میں ہی عمر گذارتا ہے۔ بےجاخواہشات کو کنٹرول کرتا ہے۔ دنیا داری کم کم ہی رکھتا ہے۔ اللہ کو اپنے دِل کی گہرائیوں سے اپنا خالق و مالک ماننے والے لوگ اپنے نفس کو بے لگام نہیں ہونے دیتے۔ اُلٹا نفس کو غلام رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ کسی دوسرے سے ظلم زیادتی کا تصور بھی دِل میں نہیں لا سکتے۔

س: کس شعر میں میاں محمد بخشؒ نے دولت کو رحمانی کنجی کہا ہے؟

ج: میاں صاحبؒ مثنوی سیف الملوک میں ارشاد فرماتے ہیں:

دنیا دِی ہر مُشکل تائیں دولت کرے اَسانی
ڈاہڈے قفل اُتارے ایہہ بھی کنجی ہے رحمانی

دنیا کی خریدوفروخت دولت کے ذریعے کی جاتی ہے۔ یعنی دنیاوی مشکلات کا حل دولت کے ذریعہ ممکن ہے۔ دولت بڑے بڑے تالے توڑ سکتی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دولت کونسی؟ یقیناً حلال کی۔ یہاں جب دولت کو رحمانی کنجی کہا

گیا ہے تو اس سے مراد ایسی دولت ہے جو کِسی کا حق مار کر نہیں، مطلب ہے کہ ہیرا پھیری، دھونس، دھاندلی، رشوت، چوری، زنا، ناجائز منافع خوری، جھوٹ بول کر کمائی گئی دولت کو رحمانی کنجی نہیں کہا جاسکتا۔ پھر اگر حلال طریقوں سے کمائی گئی دولت کو نفس کی تابعداری کرتے ہوئے عیاشیوں پر خرچ کیا جائے تو وہ رحمانی کنجی کہلانے کی بجائے شیطانی کنجی بن جائے گی۔ دولت کی آمد اور دولت کا خرچ آزمائش ہے۔ مذاق نہیں۔اپنے بنگلوں کے تہ خانوں کی تجوریوں میں یا مُلکی وغیر مُلکی بنکوں میں اکٹھی کی گئی دولت کے انبار لگانے والوں کو قرآنِ پاک میں صاف صاف لفظوں انتباہ کیا گیا ہے کہ اس ذخیرہ کی گئی دولت (سونا چاندی، خزانے) کو آگ میں گرم کیا جائے گا اور جمع کرنے والے زرداروں (دولتمندوں) کے جسموں کو داغا جائے گا۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی کے دربار میں مال نہیں اعمال کام آئیں گا یا وہ مال جو حلال وجائز طریقوں سے کمایا گیا اور اس کی راہ میں خرچ کیا گیا۔

س: دنیا کے بے ثباتی اور دنیاداروں کے بےچینی کو آپؒ نے کس طرح بیان فرمایا ہے؟

ج: دنیا اُتے کون امن وِچ ہر کوئی دُکھیارا
بےوفا سنسار محمد، ٹھگ بازاری بھارا

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

جِت وَل ویکھاں درد النبے دُھواں دھار غباری
کِتے آرام نہ نظری آوے سڑدی دُنیا ساری

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر دردوں کے بھانبڑ جل رہے ہیں۔ کہیں آرام دکھائی نہیں دیتا۔ساری کی ساری دنیا دُکھوں اور غموں کی آگ میں جل رہی ہے۔

س: وچھوڑے کی کیفیت کو میاں محمد بخشؒ نے کس طرح بیان فرمایا ہے؟

ج: قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال فراق و وصال (وچھوڑے اور ملاپ) کی داستان ہے۔ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے میاں صاحبؒ نے وچھوڑے، دکھانت اور فراق وجدائی کی کیفیات کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔ لیکن کتاب کے آخر میں شہزادہ سیف الملوک کی وفات اور بدیع الجمال کی حالتِ زار کو جس انداز میں آپؒ نے بیان فرمایاہے اس کو پڑھ کر آپؒ کی قادرالکلامی کو داد دیئے بغیر کوئی بھی نقاد نہیں رہ سکتا۔ درجہ ذیل کچھ اشعار کو باریک نظروں سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں:

شہزادے کی روح کی پرواز کی منظر نگاری ملاحظہ فرمائیں:

عزرائیل فرشتہ آیا لے کے حکم جنابی
پڑھیا شاہ عشق دا کلمہ دِتی جان شتابی

اُڈیا بھور اسمانے چڑھیا، آئیوس بوء بہشتی
گیا ملاح محمد بخشاؒ چھوڑ شکستی کشتی

ہُد ہُد چھُٹ گیا اس قیدوں چھِک لگی سرکاری
شہر سباء نوں ہویا روانہ کر کے تیز اُڈاری

اپنے محبوب خاوند سیف الملوک کی وفات کے بعد باوفا بیوی پری بدیع الجمال کی کیفیت کو میاں صاحبؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

درد قصائی اندر وڑیا لے کے تیز کٹاری
کپ کلیجہ پُرزے کیتوس سیخ بھُنی وِچ ناری

وچھوڑے یعنی جدائی کا درد قصائی کا روپ دھار کر اندر داخل ہوا اور اُس نے پری بدیع الجمال کا کلیجہ کاٹ کر اس کا قیمہ کیا جس کے بعد اُسے سیخ پر چڑھایا اور سیخ کو آگ پر رکھا۔ جدائی کی کیفیت کو اس سے زیادہ کربناک انداز میں شاید ہی کسی نے بیان کیا ہو۔

پئی کڑاہ ندی دِی مچھی تیلیں پاء تلیندی
خاروخار ہویا سبھ گوشت کچرک اگ جھلیندی

جدائی کی کیفیت کو ایک اور نہایت ہی پُر تاثیر انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح پانی کی مچھلی کو کھولتے تیل کے کڑاہ میں ڈالا جائے اور کھولتا تیل اس کے گوشت کو جلا دے تو پیچھے محض پنجر ہی رہ جاتا ہے۔یہی کیفیت بدیع الجمال کی تھی۔

اِک اُڈیا اِک پھاہی پھاتا حکمت کاریگر دِی
چکوے چکوی پیا وچھوڑا طاقت نہیں صبر دِی

"اِک اُڈیا اِک پھاہی پھاتا حکمت کاریگر دِی" سے میاں صاحبؒ کی مراد شہزادہ سیف الملوک کی روح کا پرواز کرنا اور پری بدیع الجمال کی وچھوڑے کی پھاہی میں پھنس جانا ہے۔ چکوے چکوی سے مراد سُرخاب پرندوں کا نر اور مادہ ہے۔ یہ دونوں سارا دِن اکٹھے رہتے ہیں لیکن رات کو ایک دوسرے سے جدا ہو کر ندی کے دونوں اطراف الگ الگ درخت پر بیٹھ کر ایک دوسرے کو چیخ چیخ کر بُلاتے رہتے ہیں۔

س:
ج:

س:
ج:

س:
ج:

س:
ج:

رب دے عذاب توں ڈرو
ساڈی وِگڑی سوسائٹی نوں سِدھا کرن لئی کجھ نسخے

☆ بے شرمی دے حلوے نالوں ساگ جماں دا چنگا۔ بے غیرتی، بے شرمی، ناجائز منافع خوری، رِشوت، چوری، حرام پُنے دِی کمائی عذابِ الٰہی نوں دعوت دینا اے۔

☆ رزق حلال کماؤ گے تاں بیڑے ترن گے۔ اللہ دِی رحمت ہوسی۔ رزقِ حلال دِی برکت نال سارا مُلک خشحال تھیسی۔

☆ لالچی تے حرامن عورت اوس ظالم بلی وانگ ہوندی اے جہدے پَیر سَڑن تاں اوہ اپنے بچیاں نوں اپنے پَیراں تھلے دے کے اپنے آپنے آپ نوں بچا لیندی اے۔ بچے مرن، تباہ ہوون، اوہنوں ایہدے نال کوئی غرض نہیں ہوندی۔ اوہ عورت پنج وقت نماز پڑھے، پورے تریہہ روزے رکھے، اوہدی بدفطرت اُتے کوئی اثر نہیں پَیندا۔ ایسی عورت دے ہتھے جے کرتُسی چڑھ جاؤ تاں اوہدے چوں اولاد نہ پیدا کرو۔ جے پیدا کروتاں اِک ادھ بچہ جم کے ربّ توں ہر وقت ڈردے رہو۔ طلاق دا عمل احسن نہیں پر بدفطرت عورت چوں اولاد پیدا کر کے تُسی باقی دے لوکاں دی زندگی وِچ عذاب وِچ پاؤ گے۔ اوہدا کیہ فیدا؟

☆ سِگرٹ اِک وَڈی لعنت اے۔ دھواں پھُوکن والے اپنی صحت نوں تباہ تاں کردے نیں پر دوجیاں نوں دھواں دے کے گناہگار ہوندے نیں۔

☆ ساڈے جہے مُلکاں وِچ عوام دا کوئی والی وارث نہیں ایس کر کے اسیں ہر گل لئی مذہب توں آسرا لیندے ہاں۔ ربّ توں امداد منگدے ہاں۔ یورپ جہے مُلکاں وِچ عوامی حقوق لئی حکومتاں ہوندیاں نیں ساڈے ایتھے حکومت ناں دی کوئی شے نہیں۔ جنگل لاء اے۔ ڈاھڈیاں دا ستاں ویہاں سو۔ دعوے بہت نیں۔ کردار صفر اے۔ آکڑ تے دکھاوا بہت اے۔ عاجزی، انکساری، بھلے مانسی والی گل مُک گئی اے۔ بِچھواں دِی بستی وِچ سارے اِی اپنی اپنی پُوچھ دے سِرے زہر نال بھری پھردے نیں۔ ہر ویلے ڈنگن نوں

تیار۔

☆ ہمسائے دے بڑے حقوق ہوندے نیں۔ جے کر تُسی اوہدے حقوق پورے نہ کر سکوتاں اوہدے نال زیادتی نہ کرو۔ اوہدے بوہے اَگے یا نال دے پلاٹ وِچ اپنا تے اپنے گھراں دا گُوڑا سُٹن دی بے غیرتی نہ کرو۔ رب دے عذاب توں ڈرو۔

☆ کم عقل اور جاہل عورت اپنا گھر بچانے کی بجائے اپنا گھر تباہ کرنے کو ترجیح دے گی۔
(بیٹیوں کو نماز و روزہ کے ساتھ گھر داری، احترامِ آدمیت اور عاجزی و انکساری کا سبق بھی سکھانا چاہیے۔ وگرنہ وہ زبان درازی اور غلط سوچیں سوچ کر اور پھر ان بدسوچوں کے زہر کو اپنے بچوں میں پھیلا کر سب کا جینا حرام کریں گی۔)

☆ اگر کسی شریف آدمی کے سالے حرامخور اور کرپٹ ہوں گے تو اس کی اولاد اُس کی (باپ کی (اور باپ کے بھائیوں بہنوں کی) عزت نہیں کرے گی بلکہ ہر وقت موقع کی تلاش میں ہوگی کہ کِسی طرح باپ اور باپ کے رشتہ داروں کی برائیاں تلاش کی جائیں اور اُن کو ذلیل وخوار کیا جائے تا کہ اُن کی ماں کی اور اس کے بھائیوں یعنی حرامخور ماموں صاحبان کی جھوٹی شان میں فرق نہ آنے پائے۔ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے کیوں کہ اولاد کی تربیتِ بد ماں کرتی ہے ہمارے سماج میں جہاں انصاف کا دُور دُور تک نام ونشان نہین ایسی شاید ہی کوئی غیرت مند اور نیک خو بہن ہو گی جو اپنے غنڈے، سمگلر، چور، ٹھگ دغاباز بدکردار بھائیوں سے اس بنا اپنا تعلق توڑے کہ اُن کے ساتھ تعلق رکھنے سے اُس کی اپنی اولاد پر بُرا اثر پڑے گا یا اس کا خاوند اُس سے ناراض ہوگا۔ اگر کسی آدمی کے پلے ایسی عورت پڑ گئی تو سمجھو اُس کا جیتے جی بیڑا غرق ہو گیا۔ اور اُس کی اولاد بھی تباہ و برباد ہو گئی۔
ایسی عورت میں سے بچے پیدا نہ کیے جائیں۔ آپ جتنے زیادہ بچے ایس بدعورت کے بطن سے پیدا کریں گے، آپ اُتنے ہی اس عورت کی بلیک میلنگ میں پھنستے جائیں گے۔

☆ اپاہج اور کمزور معاشروں میں ایسے مردوں اور عورتوں کی بہتات ہوتی ہے جو جانتے کچھ بھی

نہیں لیکن شو یہ کرتے ہیں کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ اس بُری عادت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ سیکھنے کے عمل سے دُور رہتے ہیں اور وہ نہ صرف معاشرے کی تباہی کے ذمہ دار بنتے ہیں بلکہ گنہگار الگ بنتے ہیں۔

☆ دھونس دھاندلی، ہوڑمت اور دھکے شاہی کرنے والے کے ساتھ عقل و دانش کی بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے ساتھ چپ ہی بھلی۔
پاکستان وِچ سب توں وڈا مسلئہ عورت دِی جہالت تے لالچ اے۔
جاہل عورت بچہ جم سکدی ہے، اوہنوں چُم چٹ سکدی ہے، مولوی بلا کے اوہدے کن وِچ آذان دوا سکدی اے، اوہدیاں سُنتاں کروا سکدی اے پر اوہنوں ادب اداب، تمیز، حیا، صبر شُکر، احترامِ آدمیت نہیں سکھا سکدی۔ اوہ جہالت پاروں آپ جانور ہوندی اے تے جانور اِی جم کے پوری سوسائٹی نوں تباہ کر دی اے۔ اوہنوں ایس گل دا احساس وِی نہیں ہوندا کہ اوہنے جو جانور جمے سے اوہ انسان نہیں بن سکے تے تہذیب توں عاری، بے حیا کھوتے بن کے اپنی حیاتی گذار رہے ہن۔
پاکستان وِچ کوئی وِی صاحبِ اولاد سُکھی نہیں۔ سارے سماجی ادارے، تعلیمی نصاب کمیٹیاں، مولوی، ماسٹر تے میڈیا مکمل طور تے ناکام نیں، اخلاق سنوارن، تہذیب یافتہ قوم بناؤن دی ذمہ داریاں توں اُکا اِی لاپرواہ۔
شہری زندگی وِچ اک دو یا وَدھ توں وَدھ تِن بچے اِی پیدا کرنے چاہی دے نیں۔ ٹٹ بھج دے شکار معاشرے وِچ بچیاں دے بڑے مسائل نیں۔ اوہ معاشرہ جتھے قانون نافذ کرن والے لوکی کرپٹ ہوون، اکھاں وِچ لالچ lust دِیاں گنڈاں دیاں تہواں جمائی بیٹھے ہوون، اوہ لوکاں دے بچیاں دا تحفظ نہیں کر سکدا۔ اُتوں جے کر اجیہے معاشرے وِچ الیکٹرانک میڈیا خاہشات نوں ودھا رہیا ہووے پر خاہشات نوں گھٹ کرن یا کنٹرول کرن بارے زیرو رول ادا کر رہیا ہووے۔ اوس معاشرے نوں ذلیل ہوون توں تے فیر تباہی توں کون بچا سکدا اے؟

☆ جِس مُلک وِچ انصاف نہ ہووے، قنون نافذ کرن والے اداریاں دے ملازم تے افسر کرپٹ ہوون، اوس مُلک وِچ کِسے نال کِسے وقت، کِسے وِی تھاں کجھ وِی ہو سکدا اے۔ ہر وقت خبردار رہنا چاہیے۔

میاں محمد بخشؒ

میاں محمد بخشؒ

مَیل ہوئے تاں لایئے وَٹنا، دے پھُلیل صفائی
جِہناں مَیل نہ لگن دِتی، کہو کے لاہسی نائی

اللہ دِیاں پاک ہستیاں نیک ہستیاں مَیل لگن اِی نہیں دیندیاں۔ اوہ ہر ویلے ہر دَم الرٹ ہوندیاں نیں۔

کِسے وقت پنجاب دا ایہہ کلچر سی کہ لاہڑے نوں چوکی تے بٹھا کے اوہنوں وَٹنا (اُبٹن) ملدے سی۔ جہدے نال جلد صاف ہو جاندی سی۔ فیر اوہنوں خُشبواں والا تیل مَلدے سن،

کُوک فریداؒ کُوک
جو دَم غافل سو دم کافر

اِک لمحے دِی غفلت کر کے روح منزل تے پہتا